تفسیر

سورۃ فاتحۃ الکتاب

مؤلف

علامہ محمد صدیق نقشبندی مجددی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر سورۃ فاتحۃ الکتاب

علامہ محمد صدیق نقشبندی مجددی

کوالٹی مینجمنٹ اینڈ سروسز

فون: 042- 6373378

جملہ حقوق محفوظ

ترتیب وتزئین

میاں محمد طارق، محمد مظہر، محمد افضال

297.16
ص ک س
۷۲۵۵۳

کتاب : سورۃ فاتحۃ الکتاب

مؤلف : علامہ محمد صدیق نقشبندی مجددی

باراول : 1999

ناشر : خالد محمود جنرل منیجر علی اکبر پرنٹنگ ملز
اڈہ فیروزوٹواں، ضلع شیخوپورہ

کمپوزرز : محمد فیصل خان، عابد لطیف سیال

ملنے کے پتے : جامعہ صدیقیہ مجددیہ، بھلیر روڈ
سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ، فون : 700662
جامع مسجد نور، غلہ منڈی، سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ

قیمت : فی سبیل اللہ

(نوٹ) : بذریعہ ڈاک منگوانے کیلئے دس روپے کے
ڈاک ٹکٹ جامع صدیقیہ کے پتے پر ارسال کریں

اشراق پرنٹرز، 9 رائل پارک، حمید سنٹر، لاہور فون : 6373378

Marfat.com

انتساب

امام اہل سنت سید المفسرین رئیس المحدثین استاذی
و شیخی حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قدس
سرہ العزیز کے نام جن کے فیضان کرم سے صراط مستقیم
پر بندہ ناچیز کو استقامت میسر ہوئی۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

Marfat.com

Marfat.com

عرض مؤلف

میں ہمیشہ اپنی تقاریر اور خطبات میں عام قصص اور حکایات سے مجتنب رہتا ہوں سامعین کرام! جانتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں قرآن مجید ہوتا ہے یا کوئی حدیث کی کتاب خطبہ مسنونہ کے بعد آیت پڑھتا ہوں آیت کا شان نزول بیان کرنے کے بعد اس کی تفسیر احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ اور اقوال معتبرہ از مفسرین پیش کردیئے جاتے ہیں میرے اس طریقہ کار کو ہمارے سانگلہ ہل اور ارد گرد دیہات کے احباب نہایت اشتیاق اور محبت سے صرف پسند ہی نہیں کرتے بلکہ ایسی تقاریر سننے کے عادی بن چکے ہیں وہ شعرو اشعار اور نغمہ سرائی کو ممبر رسول ﷺ پر ہرگز گوارا نہیں کرتے وہ قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال کو سننا چاہتے ہیں ہمارے احباب نے مجھے یہ فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر ہمیں سنائی جائے کیونکہ اسے ہم نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں اس سے ہمیں واقفی ہونا ضروری ہے۔ تاکہ ہم دربار الہیہ میں اس کو سمجھتے ہوئے پڑھیں جس سے ہمارے شوق اور ذوق میں اضافہ ہو بندہ ناچیز نے دوستوں کی یہ خواہش متواتر چار جمعوں میں مکمل کی۔ ہمارے کرم فرما الحاج محترم خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا کہ ان خطبات کو جمع کردیا جائے تاکہ ہم اس کی اشاعت کردیں جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکیں حسب ارشاد موصوف میں نے ان خطبات کو جمع کردیا ہے تاکہ مولا کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کی طفیل اس کے ناشر خالد محمود سلمہ تعالیٰ اور دیگر احباب پڑھنے والوں کو استفادہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

احباب کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے جو سمجھ میں آیا ہے تحریر کردیا گیا قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ انسان سے سہوا" خطا" نسیانا" اور کتابتا" غلطی ممکن

Marfat.com

ہے اگر کسی جگہ کوئی غلطی محسوس ہو تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

(نوٹ) میں نے تقریباً ساٹھ خطبات لکھے ہیں اگر کوئی اہل ثروت اور مخیر بھائی ان کی اشاعت کرنے کی سعی کرے تو یہ صدقہ جاریہ آخرت کمانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

محتاج دعا محمد صدیق نقشبندی مجددی
خطیب جامع مسجد نور غلہ منڈی سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ
29 ربیع الثانی 1419ھ
22 اگست 1998ء

Marfat.com

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوتہ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الحمد للّٰہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین

آج اس خطبہ جمعہ میں احباب کی خواہش اور ذوق کے مطابق سورہ فاتحہ کی تفسیر عرض کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں تاکہ احباب اپنی اپنی استعداد اور ذوق کے مطابق اس کے مسائل اور فوائد سے مستفید ہوسکیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ مجھ جیسے بے بضاعت اور ناقص انسان سے اس قسم کی خواہش اور امید وابستہ کرنا احباب کی خوش فہمی ہے کیونکہ کسی سورہ یا آیت کی کماحقہ حقیقت اور مکمل وضاحت اور تفسیر انہی حضرات سے توقع کی جاسکتی ہے جن کے قلوب اور ارواح تصفیہ اور تجلیہ کے مرتبے سے مالا مال ہوں یا یہ کام صحابہ کرام کیلئے آسان تھا کیونکہ انہوں نے براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے اسرار و رموز اور ظاہری و باطنی علوم کا فیضان حاصل کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر میں چاہوں تو سورہ فاتحہ کی تفسیر اس قدر لکھ دوں کہ ستر اونٹ بھر جائیں اس پر تعجب کی کوئی گنجائش نہیں ہے قرآنی معارف کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے لا یُنْقَضِی عَجَائِبُہٗ یعنی قرآن مجید کے معانی اور معارف ختم نہیں ہوسکتے امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ قرآن کے ہر حرف کے تحت چالیس کروڑ معانی پائے جاتے ہیں۔ الدولتہ المکیہ (ص 281) ہمارے دماغ اور قلب میں اتنی سوچ اور بصیرت کہاں؟ ہم تو ان کی خاک پا سے

Marfat.com

بھی نسبت نہیں رکھتے ان کے قدموں کی دھول کو جو شان اور عظمت حاصل ہے۔ کاش کہ اس سے کچھ حصہ ہمیں بھی نصیب ہو بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وسیلہ اور واسطہ سے جو علم دین کا حصہ ہمیں پہنچا ہے۔ اس کے حوالہ سے بالاختصار سورۃ فاتحہ کی وضاحت کررہا ہوں امید ہے احباب حسب ذوق فائدہ اٹھائیں گے۔

زمانہ نزول: مفسرین کے نزدیک باالتفاق سورۃ فاتحہ مکی ہے۔ بعض علماء نے اس کے مدنی ہونے کی طرف رخ کیا ہے مگر یہ قول شاذ ہے۔ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ سب سے پہلے اِقْراء بِاسمِ رَبِّکَ الّذِی خَلَقَ کی چند آیات نازل ہوئی ہیں۔ اور چند دنوں کے بعد سورۃ فاتحہ بمع بسم اللہ مکمل نازل ہوئی۔ مصنف ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی کی دلائل النبوۃ میں اس کی تصدیق موجود ہے۔ اور دیگر معتبر روایات سے واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اور مکمل سورۃ یک بارگی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی وہ سورۃ فاتحہ ہے اور یہ سورۃ پہلے سے ہی نماز میں پڑھی جاتی تھی سورۃ فاتحہ اپنی عظمت اور شان کے لحاظ سے دیگر سورتوں سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میں تجھے قرآن میں سب سے بہتر سورہ بتلاؤں تو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ضرور فرمایئے تو آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ للّٰہ رَبِّ الْعَالَمِینَ آخر تک پڑھ۔ رواہ احمد باسنادہ جید۔ در حقیقت یہ سورۃ جامع فضائل و برکات اور حقائق و اشارات ہے بلکہ یہ علوم و معارف کا ایک سمندر ہے جو علم قرآن اور کتب سابقہ کے علوم اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں قرآنی سورتوں کے نام تو کافی ہیں یعنی ان میں انسانی عقل اور قیاس کو کوئی دخل نہیں بلکہ شرع شریف نے جو نام بتلائے ہیں انہی پر اقتصار ہوگا۔ دیگر سورتوں کے ناموں سے اس کے نام سب سے زیادہ ہیں۔ اور ان ناموں کی کثرت

Marfat.com

اس کی فضیلت اور عظمت کی واضح دلیل ہے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ فاتحہ کے پچیس نام لکھے ہیں (تفسیر الاتقان جلد اول صفحہ 132)

1_ فاتحہ الکتاب 2_ فاتحہ القرآن 3_ ام الکتاب 4_ ام القرآن 5_ قرآن العظیم 6_ السبع المثانی 7_ الوافیہ 8_ الکنز 9_ کافیہ 10_ الاساس 11_ نور 12_ سورۃ الحمد 13_ الشکر 14_ سورۃ الحمد الاولیٰ 16_ سورۃ الحمد القصریٰ 16_ الرقیہ 17_ الشفاء 18_ الشافیہ 19_ سورۃ الصلوۃ 20_ صلوۃ 21_ سورۃ السئوال 22_ سورۃ الدعا 23 سورۃ تعلیم المسئلہ 24_ سورۃ المناجاۃ 25_ سورۃ التفویض_

1_ **ترجمہ اسماء سورۃ فاتحہ**: سورۃ کے معنی محیط' قطعہ' شرف' فضیلت' منزلت اور علامت کے ہیں۔ قرآنی اصطلاح میں سورۃ قرآن مجید کے اس مخصوص حصہ کو کہتے ہیں جو علوم و معارف کی مختلف انواع پر مشتمل ہو اس کی کم از کم تین آیتیں ہوں۔

2_ **فاتحۃ الکتاب و فاتحۃ القرآن**: فاتحہ کے معنی ابتدا کے ہیں اور اس سوزۃ کو اس سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ قرآن کریم کی ابتداء اس سے ہوئی ہے۔ علماء نے علاوہ ازیں وجوہات بھی لکھی ہیں۔

3_ **ام الکتاب**: اس کا نام اس لئے ہے کہ کتب سماویہ کے اصل مضامین کا اس میں ذکر پایا جاتا ہے ام القرآن کے نام سے اس کو اس لئے موسوم کیا کہ ام اس ماں کو کہا جاتا ہے جو اپنے تمام بچوں کو اپنی طرف سمیٹ لیتی ہے۔ اس طرح سورہ فاتحہ نے قرآن مجید کے تمام مضامین کو اپنی طرف سمیٹ لیا ہے۔

4_ **القرآن العظیم**: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بھی یہی لکھی ہے۔ جو ام القرآن کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ ان تمام

Marfat.com

معانی پر مشتمل ہے جو قرآن میں پائے جاتے ہیں- سورہ فاتحہ کا یہ نام قرآن کریم میں مذکور ہے- (پ 14)

5_ **السبع المثانی**: سورہ فاتحہ کو اس نام سے اس لئے پکارا جاتا ہے کہ اس میں سات آیتیں ہیں جو ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے-

6_ **الوافیہ**: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سفیان بن عیینہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس کو وافیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ قرآن کے تمام معانی اس کے اندر موجود ہیں- یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ یہ سورہ نماز میں پوری پڑھی جاتی ہے- اس لئے اس کو وافیہ کہتے ہیں-

7_ **الکافیہ**: اس کے معانی ہیں کفایت کرنے والی دوسری سورتوں کے بدلہ میں یہ تنہا ہی کافی ہوتی ہے اور دوسری کوئی سورہ بھی اس کا بدل نہیں ہوسکتی-

8_ **الکنز**: کنز کہتے ہیں اس مال کو جو محفوظ کرکے کسی چیز کے اندر رکھ دیا جائے یا دفن کردیا جائے تو گویا سورہ فاتحہ بھی ایک خزانہ ہے کیونکہ قرآن کریم کے مضامین جو بیش بہا مال ہے اور قیمتی موتی وہ سورہ فاتحہ میں اجمالا موجود ہیں لہٰذا سورہ فاتحہ کنز کہلانے کی مستحق ہے- سورہ فاتحہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَلفَاتِحَۃُ نُزِّلَتْ تَحْتَ الْعَرْشِ یعنی سورہ فاتحہ ایسے خزانہ سے نازل کی گئی ہے جو عرش کے نیچے ہے- سورہ فاتحہ کو کنز کہنا درست ہے-

9_ **الاساس**: اس لئے کہ قرآن کی اصل اور پہلی صورت ہے-

10_ **سورہ الحمد**: اس لئے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کا تذکرہ ہے-

11_ **سورہ شکر**: اس لئے اس میں الرحمٰن سے لیکر مالک یوم الدین تک اوصاف بیان کئے گئے ہیں اوصاف الٰہی کا ذکر علی سبیل التعظیم شکر کہلاتا ہے- تو

گویا سورۃ فاتحہ میں منعم حقیقی کے اوصاف کا تذکرہ کرکے قولاً شکر ادا کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا نام سورۃ الشکر ہے۔

12_ **سورۃ الراقیہ۔ الشفاء۔ الشافیہ:** یہ نام سورۃ کے اس لئے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ فاتحہ ہر قسم کی بیماری کیلئے شفاء ہے۔ اس کو پڑھ کردم کرنے سے مریض کو شفاء حاصل ہوتی ہے۔

13_ **سورۃ الصلوۃ:** اس نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ نماز اس سورۃ پر موقوف ہے بالواسطہ یا بلاواسطہ صلوۃ اسے اس لئے کہا جاتا ہے کہ حدیث قدسی میں ہے کہ صلوۃ یعنی سورۃ فاتحہ میرے اور میرے بندے کے مابین برابر حصوں پر تقسیم کردی گئی ہے۔

14_ **سورۃ السوال و تعلیم المسئلہ:** ان ناموں سے اس لئے موسوم کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں اپنے بندوں کو مانگنے کا طریقہ تعلیم کیا ہے۔ اس طور کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اوصاف کا ذکر ہے اور پھر اہدنا الصراط المستقیم کا سوال کیا گیا ہے۔ اس ترتیب سے یہ واضح کردیا گیا کہ ہر سوال اور دعا کے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد ثنا کرنا چاہتے ہیں تاکہ دعا مرتبہ قبولیت تک پہنچے۔

16_ **سورۃ الدعاء:** اسے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں دعاء اہدنا الصراط المستقیم کا ذکر ہے۔

16_ **سورۃ التفویض:** اس کا نام اس لئے ہے کہ بندہ اپنے تمام معاملات کو بذریعہ ایاک نستعین اللہ کے سپرد کرتا ہے۔

17_ **سورۃ المناجاۃ:** اس کا نام اس لئے ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے اللہ تعالیٰ کے کلام اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ساتھ مناجات کرتا ہے۔

Marfat.com

18_ **سورۃ نور:** اس سورۃ کو سورۃ نور اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے پڑھنے والے کو نور ہدایت حاصل ہوتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

خالق کائنات نے اپنے مقدس کلام کو بسم اللہ سے شروع فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک بسم اللہ شریف نہایت بابرکت اور بلند مرتبہ اور عظیم شان کی حامل ہے۔ اس کا اول میں ذکر کرنا ہی شان اولیت کی دلیل ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ سوائے سورہ نمل کے کسی سورہ کا جزو نہیں یہ سورتوں کے درمیان محض فصل کرنے کیلئے نازل ہوئی ہے۔ تبرکاً" ہر سورہ کی ابتداء میں اس کو لکھا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "کُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَمۡ یُبۡدَاءُ فِیۡہِ بِبِسۡمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبۡتَرُ" ہر ذی شان کام بغیر بسم اللہ پڑھے شروع کیا جائے تو وہ دم بریدہ اور ناقص رہ جاتا ہے۔ یعنی اس میں برکت نہیں آتی (تفسیر در منشور جلد اول صفحہ 40)

خیر الکلام کے اس انداز اور حدیث خیر الانام نے ہمیں یہ سبق سکھایا ہے کہ ہم ہر ذی شان کام شروع کرتے وقت اولاً بسم اللہ شریف پڑھ لیا کریں تاکہ برکات خداوندی سے مستفیض ہوجائیں۔ بسم اللہ کے شروع میں جو باء ہے علماء کرام نے اس کے تین معنی لکھے ہیں۔ اول۔ مصاحبت والصاق۔ دوم۔ تبرک۔ سوم۔ استعانت۔

مصاحبت کے معنی رفاقت اور معیت کے ہیں تبرک کے معنی برکت حاصل کرنے اور استعانت کے معنی مدد طلب کرنے کے ہوتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے کام شروع کرتے وقت پورے ایمان اور اخلاص سے بسم اللہ

شریف پڑھے گا وہ بفضلہ تعالیٰ ان تینوں نعمتوں سے اپنے آپ کو مستفیض پائے گا اور اپنے مقاصد میں کامیابی اور کامرانی حاصل کرلے گا بغیر پڑھے بسم اللہ کام شروع کرنا یقیناً ارشاد نبوی کے مطابق دم بریدہ ناقص اور برکت سے خالی ہوگا اس سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ انسان اپنی منزل مراد پانے کیلئے استعانتِ الٰہی کا زبردست محتاج ہے اور جو محتاج ہو وہ عاجز کہلاتا ہے اور عاجز ہو کر بارگاہ ذوالجلال میں اپنی عبودیت اور عجزو استکانت کا اظہار نہ کرے تو اس سے زیادہ متکبر اور خاسر کون ہوسکتا ہے؟

بسم اللہ کی ب کا کسرہ یعنی زیر بھی انسان کے عجزو انکسار کی جانب مشیر ہے بسم اللہ میں تین نام ہیں۔ اللہ۔ رحمٰن اور رحیم۔ اللہ اس واجب الوجود خالق کائنات کی خبر دیتا ہے اور رحمٰن اور رحیم اس کی صفات کو واضح کررہا ہے لفظ اللہ اس واجب الوجود کا علم ہے جو تمام صفات کمال کا جامع ہے اور جملہ عیوب و نقائص سے پاک اور منزہ ہے۔ ہر عیب کے امکان سے بھی پاک ہے۔ کیونکہ اس کی ہستی سبوح قدوس ہے۔ رحمٰن اور رحیم دونوں مبالغے کے صیغے ہیں اور رحمت سے مشتق ہیں جمہور کا قول ہے کہ رحمٰن میں بہ نسبت رحیم کے مبالغہ زیادہ ہے۔ بایں وجہ لفظ اللہ کے بعد متصل اسی کو لایا گیا رحمٰن میں صفت رحمت کی فراوانی اور کثرت کی وجہ تفسیر مدارک میں لکھی ہے کہ رحمٰن میں حروف کی کثرت ہے رحیم میں کم اور حروف کی زیادتی معنی کی زیادتی کا سبب ہے۔ زِیَادَۃُ اللَّفْظِ تَدُلُّ عَلٰی زِیَادَۃِ الْمَعْنٰی مدارک جلد اول صفحہ 5

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ رحمٰن اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ رحیم اللہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اللہ کے سوا بھی اس کا اطلاق ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے حق میں فرمایا با المومنین رؤف رحیم اور صحابہ کرامؓ کے متعلق اشداء علی الکفار و رحماء بینھم فرمایا لہٰذا رحمٰن کے معنی اس طرح ہوں گے

Marfat.com

کہ ایسی رحمت اور انعام کرنے والا کہ اور کوئی بھی اس کی مثل رحمت اور انعام نہ کرسکے۔

رحیم کا بھی مبالغہ کا صیغہ ہے جیسا کہ پہلے عرض کردیا گیا اس کا معنی بھی بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دونوں ہم معنی ہیں۔ رحمٰن اور رحیم میں رحمت کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر حقیقی ہے۔ نہ کہ مجازی جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے۔

بغور معلوم ہوتا ہے کہ بعض مفسرین کی تاویل صحیح نہیں کیونکہ انسان کے پاس حقیقت کہاں یہ تو سراسر محتاج ہے۔ اس کے پاس تو مجاز ہے حقیقت تو خالق کائنات کے پاس ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات بے چون و چگون ہے اسی طرح اس کی صفت رحمت بھی بے چون و چگون ہے۔ الرحمٰن الرحیم میں بعض مفسرین نے ان دونوں صفتوں میں فرق بیان کیا ہے۔ لکھا ہے کہ رحمٰن دنیا کے اعتبار سے ہے اور رحیم آخرت کے اعتبار سے یعنی دنیا میں اس کی رحمت مومنوں اور کافروں کیلئے عام ہے دنیا میں دنیوی فوائد سے مومن اور کافر مطیع اور نافرمان یکساں طور پر فائدہ اٹھا رہے ہیں یہ اس کی صفت رحمٰن کا اثر ہے اور آخرت میں اس کی رحمت مومنوں کے ساتھ مخصوص ہوگی اور کافر اس سے محروم رہیں گے۔ یہ صفت رحیم کا اثر ہوگا۔ بسم اللہ میں تین اسماء ہیں۔ اللہ' رحمٰن' رحیم۔ ان تینوں کا ذکر کیوں اور اس ترتیب کو مخصوص کیوں فرمایا گیا اس کی وجہ صاحب تفسیر حقانی بیان کرتے ہیں کہ انسان پر تین حالتیں گزرتی ہیں اول اس کا عدم سے نکل کر وجود میں آنا' دوم اس کا باقی رہنا اور جس قدر خلاق علیم نے اس کیلئے مدت بقاء مقرر فرمائی ہے۔ اس کو پورا کرنا جس کو عرف میں حیات دنیا اور زندگی کہتے ہیں۔ سوم۔ نشاۃ دنیا کے ختم ہونے کے بعد حیات دنیویہ پر ثمرات کا مرتب ہونا عمل نیک پر جزا اور عمل بد پر سزا پانا۔ پس ابتداء میں تین نام ذکر فرمائے تاکہ

Marfat.com

تینوں حالتوں کی جانب اشارہ ہوجائے لفظ اللہ میں پہلی حالت کی جانب اشارہ ہے۔

اس لئے کہ تخلیق اور تکوین بارگاہ الوہیب سے متعلق ہے اور لفظ رحمٰن سے دوسری حالت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ دنیا ابتلاء کا گھر ہے جو اس جگہ ٹھیک راستے پر چلا اس کیلئے آخرت کی تمام منزلیں آسان ہیں۔ شیطان اور نفس امارہ ہر وقت اس کی تاک میں ہے۔ اس لئے بندہ ایسی حالت میں بے پایاں اور بے انتہا رحمت خداوندی کا محتاج ہے اور لفظ رحیم کو تیسری حالت یعنی نشاۃ آخرت کے یاد دلانے کیلئے ذکر فرمایا۔ تفسیر معارف القرآن جلد اول صفحہ 8

جائز کام پر بسم اللہ شریف پڑھنا باعث برکت ہے اور نہ پڑھنا باعث حرمان رحمت لیکن حرام چیز پر بسم اللہ شریف پڑھنا گناہ ہے فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ اگر زناکاری یا شراب خوری یا کوئی حرام چیز کھانے پر بسم اللہ شریف پڑھے تو اس سے آدمی کافر ہوجائے گا کیونکہ اس سے بسم اللہ شریف کی توہین لازم آتی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی ایسا مرد یا عورت مرجائے جو ضروریات دین سے کسی کا منکر ہو جسے ختم نبوت' تقدیر' قیامت وغیرہ یا سید الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی شان اقدس کی گستاخی کرنے والا ہو یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و ازواج مطہرات کا گستاخ اور بے ادب ہو تو اس کا جنازہ علم رکھتے ہوئے پڑھنے والے اشخاص کافر ہوجائیں گے' تجدید ایمان اور تجدید نکاح ان کیلئے لازم ہوگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِین

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پرورش کرنے والا ہے تمام جہانوں کا

الحمد لغت میں حمد کے معنی تعریف اور تعریف کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں حمد کہتے ہیں۔ صفات اختیاریہ کو الفاظ جمیلہ سے بقصد تعظیم بیان کرنا' حمد کرنے

والا حامد کہلاتا ہے اور جس کی حمد کی جائے وہ محمود ہے اور جن کلمات کے ساتھ کی جائے وہ محمود بہ اور وہ خوبی جس پر حمد کی جائے وہ محمود علیہ ہے۔

شکر کی تعریف یہ ہے کہ "فِعلٌ فیہ تَعظِیمُ المُنعِمِ بِسَبَبِ النِعمت سواءٌ کَانَ بِاللِّسانِ اَوالجَنانِ او بالاَرکانِ" یعنی شکر وہ امر ہے جو تعظیم منعم پر دلالت کرے اور وہ تعظیم انعام کے سبب سے ہو خواہ زبان سے ہو یا دل سے یا جوارح سے زبان کا شکر تو ظاہر ہے لیکن شکر قلبی۔ " اِعتِقادُ الشَّاکِرِ اَنَّ المُنعِمَ مُتَصِفٌ بِصِفَۃِ الکَمَالِ "کو کہتے ہیں یعنی شکر قلبی ہے کہ شاکر اس بات کا اعتقاد رکھے کہ منعم صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے اور شکر ارکان عمل بالجوارح کو کہتے ہیں خواہ ایک جارحہ یا عضو سے ہو یا دو یا سب سے۔ جیسے زید نے تمہارے اوپر اکرام کیا اور تم نے زید کے ہاتھ چومے یا اپنے ہاتھوں کو زید کیلئے سینہ پر دکھایا تم اس کیلئے کھڑے ہوگئے۔ یہ عمل بالجوارح شکر اس وقت کہا جاتا ہے جبکہ بطریق خدمت ہو لیکن اگر یہ بطریق اعانت ہو یا بطریق ترحم اور اجرت ہو تو شکر نہ ہوگا۔ شکر اصطلاح میں کہتے ہیں بندہ کا طاقت بشریہ کے مطابق ان چیزوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کیا مثلاً شنوائی و بینائی و گویائی و مال و دولت وغیرہ اسی چیزمیں صرف کرنا جس کیلئے ان کو پیدا کیا گیا ہے شکر حمد سے با اعتبار تعلق کے خاص ہے اور با اعتبار مورد کے عام ہے کیونکہ شکر کا تعلق صرف نعمت سے ہوتا ہے اس لئے خاص ہوا اور چونکہ شکر دل و زبان اور دیگر ارکان سے بھی ہوتا ہے اس لئے عام کیونکہ حمد صرف زبان سے ادا کی جاتی ہے اگر کہا جائے کہ الحمد اللہ کی بجائے احمد اللہ کیوں نہیں تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ احمد اللہ جملہ فعلیہ ہے اور یہ جملہ ثبوت حمد اور عموم حمد کا مفہوم نہیں رکھتا بلکہ مقترن بالزمان ہونے کی وجہ سے حدوث تجدد پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی اس میں عمومیت پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں فعل کی نسبت معین فاعل کی طرف ہوتی ہے اور مقام حمد

Marfat.com

میں ایسا جملہ مناسب نہیں جس میں کسی قسم کا ضعف محسوس ہو اور یہاں الحمد اللہ ہی مناسب اور لائق ہے۔ اس لئے کہ اللہ رب العزت نے اپنی حمد کیلئے انسی کو پسند اور منتخب فرمایا ہے اور اس جملہ میں عمومیت اور دوام و ثبوت کی دلالت بھی پائی جاتی ہے۔

لہٰذا اس کا ترجمہ اس طرح کیا جائے گا کہ حمد و ثناء کے تمام افراد جو ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ثابت ہیں کیونکہ تمام کمالات اور خوبیوں میں سے جو کچھ بھی ہے وہ اللہ سے اور اسی میں ہے یہ جو کائنات میں حسن و جمال اور صفات و کمالات دکھائی دے رہے ہیں وہ اسی کی جلوہ گری اور کرشمہ سازی ہے کسی کے پاس بالذات کچھ بھی نہیں لہٰذا یہ جو ہم مخلوق کی خوبیوں اور صفات کی تعریف کرتے ہیں یہ درحقیقت اسی خالق ارض و سماء کی ہے جو سب کائنات کا مبداء فیاض ہے علامہ بیضادی الحمد اللہ کی جامعیت کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ الحمد اللہ کے جملہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حی و عالم او مرید (با الارادہ کام کرنے والا) ہے کیونکہ حمد و ثناء کا استحقاق اسی ذات کو ہے جس میں سب صفات موجود ہوں یہاں یہ امر بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے الفاظ صرف یہی یعنی الحمد اللہ نہیں ہے بلکہ ہر اس لفظ سے حمد و ثناء کی جاسکتی ہے جس سے اس کی عظمت اور شان ظاہر ہو مثلاً کہا جائے سبحان اللہ یا یوں کہا جائے وہ اللہ وحدہ لا شریک ہے تو اس طرح کے تمام الفاظ اور جملے حمد و ثناء کے جملے اور کلمات کہلائیں گے۔

یہاں یہ سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الحمد اللہ کی بجائے اللہ الحمد کیوں نہیں فرمایا جیسا کہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر فللہ الحمد آیا ہے مقصد یہ ہے کہ اللہ ہر چیز سے پہلے ہے اور اس کا ذکر بھی ہر چیز سے اول ہونا چاہئے دوسرے یہ بھی کہ لفظ الحمد وصف کیلئے موضوع ہے اور لفظ اللہ ذات کیلئے اور ذات وصف پر

Marfat.com

مقدم ہوتی ہے اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ بے شک حقیقت یہی ہے جیسے کہ سوال میں ذکر کیا گیا۔

لیکن یہاں مقدم اس لئے کیا گیا کہ یہ مقام' مقامِ حمد ہے تو اس کا مقتضاء یہی ہے کہ یہاں حمد کو پہلے ذکر کیا جائے ورنہ مقتضائے حال کی رعایت نہ ہوگی جو کلام کی ضروریات سے ہے کیونکہ اس کی رعایت نہ ہونے سے کلام بلاغت سے نکل جاتا ہے دوسرے یہ بھی ہے کہ حمد اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاص ہے جیسے کہ تحقیق کے ساتھ معلوم ہوا ہے جب اس کا اختصاص ذاتِ باری تعالیٰ سے ثابت ہے تو بایں وجہ اس کی تقدیم ذات پر واجب ہوگی۔

بعض احباب نے بھی لکھا ہے کہ یہاں مقصود وصفِ حمدیت کی اہمیت واضح کرنا ہے اور ذات کا ذکر تعلق وصف کی وجہ سے ہے اس بنا پر الحمد کو لفظ اللہ پر مقدم فرمایا گیا۔ اللہ اعلم بالصواب۔

للہ اس میں لام جو مکسور ہے یعنی جس کے نیچے زیر ہے وہ اختصاص کیلئے ہے جیسے کہ الجل للفرس میں ہے مطلب یہ ہوگا کہ تمام تعریفیں اللہ کیلئے خاص ہے۔

لفظ اللہ کے بارے میں اہل لغت اور اہل اشتقاق نے اختلاف کیا ہے کہ لوگ جس طرح ذات باری تعالیٰ کے متعلق حیران اور سرگرداں ہیں اسی طرح وہ لفظ اللہ کی تحقیق کے متعلق حیران اور پریشان ہیں۔ اس کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی ہے بعض عبرانی اور بعض سریانی کے قائل ہیں جو عربی کہتے ہیں ان میں پھر اختلاف ہے آیا یہ اسم جامد ہے یا اسم مشتق۔ ان میں بعض اسم جامد کے قائل ہیں اور بعض اسم مشتق پھر ان میں اختلاف ہے کہ یہ کون سے مادہ سے مشتق ہے اور اس میں بحث کرتے ہیں کہ ان کا واضح کون؟ اللہ تعالیٰ ہے یا اس کے بندے بہرحال یہ بحث علماء کی شان کے لائق ہے۔ جن کی تفصیل مطوّلات یعنی بڑی کتب تفاسیر و لغت میں ہے یہاں یہ صرف ایک قول نقل کردینا مناسب

Marfat.com

سمجھتا ہوں جس کو محققین نے پسند فرمایا ہے وہ یہ کہ لفظ اللہ کو اِلٰہٌ بمعنی معبود سے لیا گیا ہے اس کا ہمزہ حذف کر کے الف لام اس کے عوض لایا گیا ہے اور چونکہ عوض بطور لزوم ہے اس لئے یااللہ کہنا جائز قرار دیا یا پھر اس کو واجب الوجود ذات کا عَلم متعین کردیا گیا جو مُستَجْمِع جَمِیع کمالات اور تمام رذائل سے منزہ اور مبرا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ لفظ اللہ خود موصوف ہوا کرتا ہے اور لفظ کی صفت واقع نہیں ہوتا ہاں اظہار توحید کے وقت لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے اور اس کا اطلاق اصل معنی پر ہوتا ہے جیسے وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الْاَرْضِ (سورۃ الانعام /3) آسمان اور زمینوں میں صرف وہی معبود ہے۔

شعراء جاہلیت کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ اللہ خالق کائنات کیلئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا اور یہ نام خالق کائنات کے سوا دوسرے کسی پر استعمال نہیں کیا جاتا تھا گویا اللہ کا لفظ صرف اسی واجب الوجود ذات کیلئے مخصوص رہا اس کی تخصیص کا اعلان قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا یعنی کیا تمہیں اس کے کسی ہم نام کا علم ہے۔(سورۃ مریم /65)

قرآن مجید نے بھی اللہ کے لفظ کو بطور اسم ذات کے استعمال کیا ہے اور تمام صفتوں کو اسی کی طرف نسبت دی ہے جیسے " وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا" (سورۃ الاعراف / 180) اور اللہ کیلئے حسن و خوبی کے نام ہیں یعنی صفتیں ہیں پس چاہئے کہ ان صفتوں کے ساتھ اسے پکارو!

اللہ اور الہ دونوں لفظوں کے معنی معبود کے ہیں لیکن استعمال کے لحاظ سے اختلاف ہے وہ یہ کہ لفظ اللہ صرف معبود حق کیلئے مستعمل ہے اور الہ عام ہے خواہ معبود حق ہو خواہ معبود باطل دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے بعض محققین نے لفظ اللہ کے عجیب و غریب لطائف بھی لکھے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر لفظ اللہ

Marfat.com

کا ہمزہ (الف) نہ بولا جائے تو للہ باقی رہے گا جیسے "وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السمٰوٰتِ وَالاَرْضِ" (سورۃ الفتح / 9) یعنی اللہ کیلئے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اگر باقی ماندہ لفظ للہ سے لام مخدوف ہو تو لہ باقی رہ جائے گا جس میں اس طرف اشارہ ہے "لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ" (سورۃ البقرہ / 116) یعنی اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اگر باقی ماندہ لام کو (لَہٗ) سے حذف کردیا جائے تو ھو کی ہا مضمومہ (ہ) باقی رہ جاتی ہے جیسے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یعنی وہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ھُو میں واؤ زائد ہے اس لئے یہ ھما اور ھُم میں ساقط ہوجاتا ہے جہاں تک اس لفظ اللہ کے معنی کا تعلق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ جب آپ اللہ کے لفظ سے اس واجب الوجود ذات کو پکاریں گے تو گویا آپ نے اس کی تمام صفات کے ساتھ پکارا ہے دوسرے اسماء کا یہ مقام نہیں ہے اسی وجہ سے صرف اسی لفظ سے کلمہ شہادت درست ہوتا ہے اگر کلمہ میں لفظ اللہ کا ذکر نہ کیا جائے بلکہ یوں کہا جائے لَا اِلٰہَ اِلَّا الرَّحْمٰنُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ یا اس کے اور کوئی صفاتی نام لیا جائے تو اس کے پڑھنے سے کافر مسلمان نہیں ہوگا کیونکہ صفاتی نام مثبت توحید نہیں۔

رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اس کا ماقبل سے تعلق اس طرح ہے کہ الحمد اللہ میں حقیقی ستائش اللہ ہی کیلئے مخصوص ہونے کا بیان ہے اور رب العالمین میں حقیقی ربوبیت خالق کائنات کیلئے واضح کی گئی ہے۔ دوسرا تعلق ان کے درمیان اس طرح ہے کہ الحمد للہ میں حمد الہیہ کی عمومیت کا ذکر ہے اور رب العالمین میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کا اعلان ہے نہ ہی اس کی حمد میں کوئی شریک و سہیم ہے اور نہ ہی اس کی ربوبیت میں کوئی مثیل۔ ان دونوں جملوں میں نہایت عمدہ اور حکیمانہ انداز سے توحید باری تعالیٰ کا سبق دیا گیا ہے۔

تیسرا تعلق ان کے درمیان یہ ہے کہ الحمد اللہ یعنی تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے

Marfat.com

مخصوص ہیں یہ دعویٰ ہے اور رب العالمین اس کی دلیل ہے یعنی تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہیں اس لئے کہ وہ تمام جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے۔

چوتھا تعلق ان کے درمیان یہ ہے کہ الحمد للہ موصوف اور رب العالمین اس کی صفت ہے موصوف کا تعارف اور پہچان کا ذریعہ صفت ہوا کرتی ہے بے شک اللہ کی پہچان اور معرفت کا ذریعہ دوسری بھی کوئی چیز ہوسکتی ہے مگر سب سے زیادہ قطعی اور قابل اعتماد ذریعہ صفات الٰہیہ ہی ہیں جن کا ذکر قرآن و حدیث میں کیا گیا ہے سورہ فاتحہ میں لفظ اللہ خالق کائنات کا اسم ذاتی ہے اور رب رحمٰن و رحیم اور مالک یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں اور یہاں یہ اسماء اسم ذات (اللہ) کی صفتیں واقع ہورہی ہیں اور یہاں ان صفات کے لانے کیلئے بے شمار اسرار و فوائد ہیں لیکن اسلوب کلام سے یہ بات بھی واضح ثابت ہورہی ہے کہ اللہ مجدہ کا اس سے ارادہ اپنی ذات اقدس کی معرفت اور پہچان کروانا ہے اور اس کی تائید اس حکم سے بھی ہورہی ہے جو حضور ﷺ نے حدیث جبریل میں فرمایا "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ" (مشکوۃ شریف) یعنی اللہ کی عبادت تو اس طرح کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے اگر تجھے یہ مقام حاصل نہیں تو یوں خیال کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے اس حدیث کے اول حصہ میں مشاہدہ کا بیان ہے اور ثانی حصہ میں مراقبہ کا ذکر ہے مشاہدہ کہتے ہیں انوارات الٰہیہ کو دیکھنا اور مراقبہ کہتے ہیں حضور قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا اور اس بات کی طرف منتظر رہنا کہ فیوضات ربانیہ اور انوارات الٰہیہ میرے قلب پر اتر رہے ہیں۔

گویا نمازی دو حالتوں میں ہوتے ہیں مشاہدہ میں یا مراقبہ کی حالت میں۔ ہر صورت نمازی کیلئے مشاہدہ اور مراقبہ معرفت الٰہی اور قرب الٰہی کا عمدہ ترین ذریعہ

Marfat.com

اور وسیلہ ہے۔ بلکہ پوری نماز خصوصاً سورہ فاتحہ کا ہر جملہ رؤیت اور معرفت الہیہ کا آئینہ ہے۔

میں (راقم الحروف) اس بات پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ اسماء و صفات کے علاوہ بھی معرفت ذوالجلال کے وسائل ہیں جس شخص نے مجاہدات سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل کرلیا ہے اور اس کا قلب مثل آئینہ کے ہوچکا تو اس کے قلب پر خدا تعالیٰ کی طرف سے واردات یعنی انوارات صفاتیہ کا فیضان شروع ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے کامل مرد کے دل میں مغیبات کا علم بطریق الہام اور القاء فرما دیتا ہے جس سے عام لوگ بے خبر ہوتے ہیں جیسا کہ حضورت ﷺ کا ارشاد ہے "مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ" (مظاہر حق 1/89) جو شخص اپنے علم کے بموجب عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ان اشیاء کا علم عنایت کرتا ہے۔ جو اس کو معلوم نہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اور میری امت میں عمر بن الخطاب محدث ہیں محدث وہ شخص ہوتا ہے جس کے قلب پر الہام ہو اور بعض حضرات محدثین بمعنی صدیقین کرتے ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں محدث وہ شخص ہوتا ہے جس پر الہام ہو اور الہام والا وہ شخص ہے جس کے باطن (قلب) سے اشیاء کا انکشاف ہو اور محسوسات خارجی کی کوئی حاجت نہ ہو " وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا "(سورۃ الکھف / 65) یعنی ہم نے اسے اپنی طرف سے علم دیا۔ اس آیت میں اسی علم کی جانب اشارہ ہے جو بطریق الہام دیا نہ کہ بطریق تعلم سیکھا۔ علم لدنی وہی ہے جو قلب میں کسی خارجی سبب کے بغیر ڈالا جائے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار سے قبل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا تیرے دو بھائی اور بہنیں ہیں حالانکہ آپ کی زوجہ اس وقت حاملہ تھیں آپ کے انتقال کے بعد بیٹی پیدا ہوئی مگر آپ نے پہلے ہی بیٹی کا اعلان

Marfat.com

فرمادیا تھا حالانکہ یہ علم مافی الارحام تھا جو مخصوص باللہ سمجھا جاتا ہے۔ علیم و خبیر ذات نے اپنے حبیب کے یار غار کو اس کی بھی خبر دیدی اس طرح کے واقعات بکثرت پائے جاتے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو علوم باطنی سے نوازتا ہے اور اپنے علم اور معرفت سے ان کے قلوب سرشار اور مملوء فرماتا ہے میں نے جو یہ عرض کیا ہے کہ اللہ کی پہچان اور معرفت کا سب سے زیادہ قابل اعتماد اور قطعی ذریعہ صفات الہیہ ہیں یہ اس لئے کہا ہے کہ جو علم غیر نبی کو بطریق الہام یا خواب وغیرہ حاصل ہو اس میں وہ قطعیت نہیں ہوتی جو علم نبی کو بطریق وحی حاصل ہے کیونکہ نبی پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس میں کسی غیر کی مداخلت اور ملاوٹ کا احتمال نہیں پایا جاتا اور جو علم الہام و خواب اور کشف سے ہو اس میں مداخلت اور ملاوٹ کا احتمال ہے۔ علماء دین نے بایں وجہ الہام کے منکر کو کافر نہیں کہا اور وحی کے منکر کو کافر کہا ہے۔ اس کے بعد سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام کسی انسان کے الہام سے نہیں اور نہ ہی ان اسماء کو کسی نے وضع کیا ہے بلکہ یہ تو قیفی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کمالات اور خوبیوں کو ان ناموں کے ذریعہ ظاہر فرمایا اور اپنا تعارف بھی انہی ناموں کے ذریعہ پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمالات اور صفات کیلئے جن اسماء کا ذکر فرمائے گا وہ یقیناً صحیح اور قطعی ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے صفات کو سب سے بہتر جانتا ہے۔

اسی بناء پر شریعت نے اسماء صفات کے معاملے میں کسی کی دخل اندازی کو جائز نہیں رکھا لہٰذا کوئی شخص یہ حق نہیں رکھتا کہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام تجویز کرلے جس کا شریعت میں کوئی ذکر نہیں بلکہ انہی اسماء سے اسے پکارا جائے گا جن کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے اسماء باری تعالیٰ کے توقیفی ہونے کا یہی مطلب ہے۔ لہٰذا معرفت الہیہ کیلئے وہی اسماء و صفات کا علم ہمارے

Marfat.com

لئے کافی ہے۔ جن کو خالق کائنات نے خود اپنی ذات کے تعارف کیلئے قرآن و حدیث میں ذکر فرمایا ہے۔ اور اگر کشف و الہام سے اس کی مزید تصدیق ہوجائے تو اور زیادہ اچھا ہے۔

یہاں معرفت الہیہ سے مراد کوئی دقیق اور باریک چیز نہیں ہے جس کا سمجھنا احباب کیلئے مشکل ہو بلکہ میری مراد اس سے وہ علم ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات' افعال کی پہچان اور شناخت ہوجائے جس کا حاصل کرنا ہر مومن کیلئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے جہالت انسان کو کفر تک پہنچادیتی ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم میں بے شمار آیات ہیں ان میں سے کچھ آیات تحریر کی جارہی ہیں جن کے دیکھنے اور سمجھنے سے معرفت الہیہ کا کچھ حصہ تو حاصل ہوجائے گا جس کا تعلق ایمانیات سے ہے۔

1_ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (سورۃ طٰہٰ / 8)

وہ اللہ حقیقی معبود ہے' اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں' اسی کے سب اچھے نام ہیں۔

2_ سُبْحَانَہٗ ھُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (سورۃ الزمر / 4)

وہی اللہ پاک ہے جو سب پر غالب ہے۔

3_ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْم (سورۃ البقرہ / 163)

اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان ہے۔

4_ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورۃ الحدید / 3)

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔

5_ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورۃ البقرہ / 109)

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

6_ اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (سورۃ ھود / 107)
بے شک تمہارا رب جب جو چاہے کرے۔
7_ اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ (سورۃ رعد / 2)
اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بے ستوں کے بلند کیا ہے۔
8_ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ (سورۃ ابراہیم / 32)
اللہ وہ ہے جس نے زمین اور آسمان بنائے اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو پیدا کئے۔
9_ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ (سورۃ الروم / 40)
اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کردے گا۔
10_ اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُہٗ فِی السَّمَآءِ (سورۃ الروم / 48)
اللہ وہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں پھر اللہ اس کو آسمان میں جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے۔
11_ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً (سورۃ الروم / 54)
اللہ وہی ہے جس نے تم کو کمزور حالت میں پیدا کیا پھر ضعف کے بعد تم کو قوت دی۔
12_ اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّہَارَ مُبْصِرًا (سورۃ الغافر و المومن / 61)
اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام پاؤ اور دن

Marfat.com

روشن بنایا تاکہ تم اس میں کسب معاش کرو۔

13_ اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَاءً وَّصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ (سورۃ المومن / 64)

اللہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے ٹھہرنے کیلئے اور آسمان کو بلند چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور کیسی اچھی صورتیں بنائیں اور تم کو عمدہ عمدہ کھانے کی چیزیں کھانے کی چیزیں دیں یہی تمہارا پروردگار اللہ ہے۔

14_ اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْکَبُوْا مِنْھَا وَمِنْھَا تَاْکُلُوْنَ (سورۃ مومن / 79)

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے مویشی پیدا کئے کہ ان میں سے بعض پر تم سوار ہو اور بعض کو تم کھاؤ۔

15_ اَللّٰہُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ (سورۃ الشوریٰ / 17)

اللہ وہی ہے جس نے یہ سچی کتاب اور میزان عدل نازل کی۔

16_ اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ (سورۃ الجاثیہ / 12)

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ اس کے حکم سے اس میں جہاز چلیں۔

17_ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُھَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ الحشر / 22 تا 24)

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں حاضر و غیب سب کو جاننے والا ہے وہ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے (اور سنو اس کی معرفت یہ ہے) کہ وہ اللہ

Marfat.com

ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ دنیا کا حقیقی بادشاہ ہے ہر عیب سے پاک ہے سلامتی والا ہے امن دینے والا سب کی نگہبانی کرنے والا وہی سب پر غالب اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا بہت بڑائی والا پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کرتے ہیں وہ اللہ ہی ہے جو بنانے والا پیدا کرنے والا سب کی صورتیں بنانے والا ہے اسماء حسنیٰ اسی کیلئے ہیں۔ زمین اور آسمان کی کل چیزیں اس کی تسبیح کر رہی ہیں۔

18_ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ (سورۃ آل عمران/5)
بے شک اللہ تعالیٰ سے زمین اور آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

لفظ رب اصل میں مصدر ہے۔ استعارہ فاعل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے ارباب لغت و تفسیر نے اس کے معنی تربیت اور پرورش کنندہ کے کئے ہیں یعنی کسی چیز کو اس کے تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بدرجہ اور آہستہ آہستہ اسے نشوونما دے کر حد کمال تک پہنچانا یہ معنی عظیم وسعت رکھتا ہے_ بے شک اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت بھی متناہی نہیں لیکن اس عالم ممکنات میں سب سے زیادہ ظہور صفت ربوبیت کا پایا جاتا ہے اسی بناء پر عملاء اہل لغت اور اہل تفسیر نے لفظ رب کے اور معنی بھی کئے ہیں مثلاً مالک و سید و مدبر مربی و مصلح و موجد اور مہتمم (تفسیر قرطبی و مجمع البحار) یعنی ربوبیت کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ پرورش کرنے والا جن کی پرورش کرے گا وہ ان کا آقا و سردار و مدبر و مربی و مصلح و موجد اور مہتمم بھی ہو ورنہ ربوبیت کاملہ کا مفہوم نہیں پایا جائے گا۔ علامہ ابوالکلام احمد نے لکھا ہے کہ اگر ایک شخص بھوکے کو کھانا کھلا دے یا محتاج کو روپیہ دے تو یہ اس کا کرم ہوگا جود ہوگا احسان ہوگا لیکن وہ بات نہ ہوگی جس کو ربوبیت کہتے ہیں۔ ربوبیت کیلئے ضروری ہے کہ پرورش اور نگہداشت کا ایک جاری اور مسلسل اہتمام ہو اور

Marfat.com

ایک وجود کو اس کی تکمیل و بلوغ کیلئے وقتاً" فوقتاً" جیسی کچھ ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں ان سب کا سروسامان ہوتے رہے نیز ضروری ہے کہ یہ سب کچھ محبت اور شفقت کے ساتھ ہو کیونکہ جو عمل محبت اور شفقت کے عاطفہ سے خالی ہوگا وہ ربوبیت نہیں ہو سکتا۔ (ترجمان القرآن)

اس دنیا میں ربوبیت کا ایک ناقص اور محدود نمونہ اگر دکھائی دیتا ہے تو وہ والدین خصوصاً والدہ میں پایا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں والدین کی ربوبیت میں جو محبت اور جذبہ کار فرما ہے وہ اللہ ہی کا ودیعت کردہ ہے اور جس بچہ کی پرورش میں لگے ہوئے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے اور جس چیز سے بھی وہ پرورش کریں گے وہ بھی اللہ کی عطا کردہ ہے اور جس جذبہ اور محبت سے وہ پرورش میں مصروف ہیں اس کے پس پشت محض محبت ہی نہیں ہے بلکہ کئی مقاصد اور اغراض رکھے ہوئے ہیں۔ ایک محض رب العالمین کی تربیت اور پرورش ہے۔ جو ہر قسم کی غرض سے پاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہیں۔ وہ عطیات ہی عطیات ہیں اور بخششیں ہی بخششیں ہیں۔ کوئی بھی نافرمانی اور عداوت کرنے والے کی تربیت اور پرورش کرنے کیلئے تیار نہیں لیکن وہ عالم الغیب سبھی کی تربیت اور پرورش کررہا ہے اس کے ہاں کوئی فرق نہیں _ وہ جیسے سب کا خالق ہے ویسے ہی سب کی تربیت فرما رہا ہے۔

تمام انسانوں و حیوانوں و فرشتوں و جنوں درندوں پرندوں و چرندوں کیڑوں مکوڑوں بری بحری تمام حشرات الارض حتیٰ کہ نباتات و شجرات وغیرہ ہر ایک کی ظاہری اور باطنی حسب موقع محل تربیت و پرورش فرما رہا ہے نظام تربیت اس انداز کا ہے کہ تمام سائنس دان اور دانشوران کی ربوبیت اور پرورش پر حیران ہیں اور عقلیں دنگ ہیں ماؤں کے پیٹوں میں پرندوں کے انڈوں اور گھونسلوں

Marfat.com

میں زمین کے بلوں اور پہاڑ کی غاروں و کھوؤں میں اور سمندر کی تہوں اور لہروں کی لپیٹ میں بچوں کی تربیت و پرورش کرتا ہے اور حسب مزاج و حسب ضرورت ہر قسم کی غذا و دوا مہیا کررہا ہے اور ان کی فطرت میں حسب ضرورت و حاجت نور ہدایت رکھ دیا ہے جس کی زندگی کیلئے اہم ضرورت تھی۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے مظاہر اور مناظر ہیں قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ امتوں میں مشرکوں اور مومنوں کے درمیان جو بڑا متنازعہ فیہ مسئلہ رہا ہے وہ یہ تھا کہ رب کس کو کہا جائے مومن صرف خالق کائنات کو رب کہتے تھے اور کافر مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو رب بناتے تھے جس درخت اور پتھر کو وہ دیکھتے وہ اگر خوبصورت ہوتا تو اسی کو اپنا رب ٹھہرا لیتے۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اپنے رب خود تراشتے کوئی سونے کا' کوئی چاندی کا' کوئی تانبے کا' کوئی لوہے کا' کوئی لکڑی کا' کوئی پتھر کا اور کسی چیز کا کوئی چھوٹا اور کوئی بڑا تیار کرکے اس کی پوجا شروع کردیتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں دیکھتے ہوئے اپنے قیدی ساتھیوں کو یہی فرمایا تھا۔ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۃ یوسف / 39) کیا جدا جدا یہ رب اچھے ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔

متفرق خداؤں کا عقیدہ لوگوں میں ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ خالق کائنات کو علم تھا کہ لوگ دنیا میں متفرق رب بنالیں گے تو اللہ رب العزت نے عالم ارواح میں ان سے ایک عہد لیا اور دریافت فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (سورۃ الاعراف، 172) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے بیک زبان جواب دیا " قَالُوْا بَلٰى " یعنی اے رب واقعی تو ہمارا رب ہے۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ عہد سب سے لیا اور سب ہی نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا لیکن ہوا یہ کہ اس دار فانی میں آنے کے بعد بیشتر لوگ اس عہد و پیمان کو بھول گئے اس واجب الوجود کریم ذات نے

Marfat.com

جس نے قالوا بلی کہنے کی توفیق دی تھی اسی نے اسی عہد کی یاد دہانی کیلئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ارسال فرمائے اور سبھی نے اس عہد کی یاد دہانی میں مکمل کوشش سے کام لیا اور قوم کی صعوبتیں اور مشقتیں برداشت کرتے ہوئے اعلان فرمایا۔ لوگو! بے شک تمہارا رب اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مابین اللہ کی ربوبیت ہی کا تنازع اور جھگڑا تھا۔ قرآن کریم میں ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ (سورۃ بقرہ / 258)

یعنی اے محبوب کیا آپ نے اسے نہ دیکھا تھا جو ابراہیم سے جھگڑا۔ اس کے رب کے بارے میں وہ اس لئے جھگڑ رہا تھا کہ اللہ نے اسے بادشاہت دی تھی یہ جھگڑا کس بنا پر پیدا ہوا اس بنا پر کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو خدا پرستی کی دعوت دی تھی تو اس کے جواب میں نمرود نے کہا تمہارا رب کون ہے کہ جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا " قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ " میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود بولا " انا احی و امیت " میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس کا عمل اس بے عقل نے یوں کیا کہ دو آدمی بلائے' ایک کو قتل کردیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا تو کہنے لگا کہ دیکھا میں نے بھی ایک کو مارا اور دوسرے کو زندہ کردیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ احمق اور بیوقوف میری دلیل کو سمجھا نہیں۔ فوراً آپ نے دوسری دلیل پیش فرمادی کہ میرا اللہ وہ رب العالمین ہے جو مشرق سے سورج کو لاتا ہے۔ تو مغرب سے لا کر دکھا تو نمرود کے ہوش اڑ گئے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون مصر کے مابین رب کے متعلق بڑا جھگڑا رہا۔ فرعون بڑا متکبر اور ظالم بادشاہ تھا وہ اپنی قوت اور مال و دولت کے نشے میں بدمست ہو کر لوگوں سے کہتا " اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى " (سورۃ النازعات / 24) یعنی

میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں قوم نے بھی ظلم و ستم کے خوف سے فرعون کی تصدیق کر ڈالی ادھر رحم آیا تو فرعون اور پوری قوم کو وعدہ الست کی یاد دہانی کیلئے اپنے پیارے پیغمبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو بھیج دیا۔ فرمایا " فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ " (سورۃ الشعراء / 16)
پس جاؤ فرعون کے پاس پھر اس سے کہو ہم دونوں اس کے رسول ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ فرعون نے کہا " وَمَا رَبُّ الْعَالَمِین " رب العالمین کون ہے۔
موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ کُنْتُمْ مُوْقِنِیْنَ وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔
فرعون نے اپنے ارد گرد والوں سے کہا قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ کیا تم سن نہیں رہے۔
(اس کے جواب میں) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قَالَ رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔
اس کے جواب میں فرعون نے کہا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ بلاشبہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے مجنوں ہے۔
موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۃ الشعراء 22 تا 28) وہ مشرق اور مغرب اور اس کے درمیان تمام چیزوں کا رب ہے اگر تمہیں عقل ہو۔ پ19 ع 6

اس گفتگو میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان واقع ہوئی موسیٰ علیہ اسلام نے فرعون کے سامنے متعدد بار لفظ رب کو دہرا کر عہد الست کی یاد دہانی فرما کر حجت قائم کردی۔ شکست خوردہ فرعون نے اپنی ذلت اور خسیت کو

Marfat.com

مٹانے کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں تمام شہروں کے بڑے بڑے جادوگروں کو اکٹھا کیا تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکست اور مغلوبیت دکھا سکے اور رب حقیقی کی ربوبیت کے پیغام سے لوگوں کو ہٹایا جاسکے لیکن ہوا یہ کہ عصائے موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کی ستر ہزار لاٹھیوں اور رسیوں کو جو ظاہراً سانپ نظر آرہے تھے نگل لیا۔ جادوگر سمجھ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں یہ تو حقیقی رب کی شناخت کروانے اور الست بربکم کا عہد یاد دلانے آئے ہیں فوراً سجدے میں گر گئے اور با آواز بلند کہنے لگے ہم ایمان لائے اس پر جو سارے جہانوں کا رب ہے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

جب سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے بھی عہد الست کی تجدید اور تائید کی۔ اعلان فرمایا چنانچہ آپ قوم کے سامنے یوں اعلان فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْم (سورۃ آل عمران / 51) (اے میری قوم) بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔

جب نبی آخر الزمان فخر الاولین والاخرین سیدنا محمد ﷺ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے اعلان فرمایا یٰا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن (سورۃ البقرہ / 21) اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو وہ رب جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم لوگ عذاب سے بچ جاؤ۔ اعبدو اربکم کو بار بار پڑھئے یقیناً عہد الست کے نظارے نظر آئیں گے اور یہ بات واضح نظر آئے گی کہ اللہ کے سوا اور کوئی رب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا رب حقیقتاً وہی ہو سکتا ہے جس میں صفت خالقیت ہو شاید اسی بنا پر صاحب تفسیر مدارک نے رب کے معنی خالق کے لکھے ہیں۔ نیز خلیفہ اول سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر آخر الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء و رسل اور

Marfat.com

عباد صالحین کی دعائیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ اکثر و بیشتر کلمہ "ربنا" سے شروع کی گئی ہیں یہ حقیقت ہے کہ کلمہ ربنا یا ربی کہنے سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ دیگر کلمات سے مختلف ہیں اس کو ہر کوئی نہیں جانتا وہی جانتا ہے جو انشراح صدر رکھتا ہو۔

اسم رب جامع کمالات اور خصوصیات ہے۔ اس کا فیضان اور ظہور کسی زمان اور مکان یا فقط نوع انسان یا کسی حالت اور وضع کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جیسا کہ صفت خالقیت جس کے معنی عدم سے وجود میں لانے کے ہیں یہ صرف ایک ہی دفعہ ہوتا ہے جیسے خلق السموات والارض اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا نہ یہ کہ بار بار پیدا کیا۔ بلکہ ہر حال سب کیلئے عام اور محیط ہے۔ اس کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جس طرح عبادت کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے اسی طرح صفت ربوبیت کو تمام عالمیت کی طرف منسوب کیا ہے۔

مثلاً یا ایھاالناس اعبدوا ربکم (سورۃ البقرہ / 21) اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔ واعبد ربک حتی یاءتیک الیقین (سورۃ الحجر / 99) اپنے رب کی عبادت کیجئے یہاں تک کہ آپ کو یقین آجائے۔

ان آیات میں اسم رب کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عالم ارواح میں اسی صفت ربوبیت کے ساتھ تمام روحوں کو مخاطب فرمایا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی وضاحت موجود ہے کہ خالق کائنات نے فرمایا "الست بربکم" کیا میں (اللہ) تمہارا رب نہیں ہوں تو تمام روحوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ واقعی ہی تو ہمارا رب ہے اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا عقیدہ ایک بنیادی عقیدہ ہے اس کے بغیر انسان مومن کہلوانے کا حق نہیں رکھتا سب سے اول اس کا عہد اور اقرار کرلینا اس کی واضح دلیل ہے۔ پھر اس

دارفانی میں اس عقیدہ کی بار بار تاکید کی گئی کہ رب صرف اللہ ہے اور قرآن پاک میں اسم رب کا ذکر تقریباً 990 دفعہ کیا گیا ہے۔ وہ آیات اور مقامات دیکھنے سے اسم رب کی شان اور حقیقت کھلتی ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والا عالم عارف ہو کاش کوئی صاحب بصیرت اور اسرار و رموز کا واقف ان آیات کی تفسیر منظرعام پر لانے کی طرف متوجہ ہو تو کیا ہی اچھا ہو پھر اس خصوصیت کی طرف دھیان کریں کہ عالم برزخ میں جو سب سے پہلے صاحب مزار سے سوال ہوتا ہے وہ بھی اس رب یعنی من ربک سے ہی ہے۔ ظاہراً یہ سوال آسان سا نظر آتا ہے لیکن اس کا اہتمام عظیم کیا گیا ہے۔ عالم ارواح میں عہد اور اقرار لیا اور دنیا میں کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو بھیجا وہ اسی عہد کی یاد دہانی کیلئے شب روز کوششوں میں مصروف رہے تاکہ لوگ بھول نہ جائیں یہاں تک یہ بتلا دیا گیا کہ آگے قبر میں جو پہلا سوال ہوگا وہ من ربک ہی ہوگا۔ یہ بتلانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگ خوب محنت کریں تاکہ اخروی زندگی میں کسی عذاب میں مبتلا نہ ہوں۔ بلکہ رحمت خداوندی کے مستحق ٹھہرائے جائیں اور اس سے یہ بات بھی واضح اور روشن ہوتی ہے کہ انسان پر جو سب سے پہلا حکم اور بنیادی عقیدہ لازم آتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم یہ یقین اور اعتقاد رکھیں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں۔ اس میں ذرہ بھر بھی تنزل نہ آنے پائے۔ ورنہ سوال من ربک کا جواب ربی اللہ دینا مشکل ہوگا۔ نم کنومتہ العروس کا مژدہ اور مبارکباد کا مستحق نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں انسانوں پر نزول ملائکہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں یہی شرط لگائی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (سورۃ فصلت / 30) بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کی تو ان پر فرشتے اترتے ہیں۔

اس آیت میں تین چیزوں کو بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک یہ کہ ہمارا رب اللہ

Marfat.com

ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اس اقرار پر استقامت یعنی ہمیشہ قائم رہنا تیسری چیز نزولِ ملائکۂ رحمت اس کا مقصد یہ ہوگا کہ ہم نے جب عالم ارواح میں ربنا اللہ کا عہد کرلیا اور دنیا میں عہد الست پر قائم رہے تو یقیناً نزولِ ملائکہ ہوں گے جبکہ ہم نے ربی اللہ سے جواب دیا۔

العالمین: عالمین جمع ہے اس کی واحد عالَم ہے۔ اور یہ عُلَمٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ عُالَم کو عَالَم اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ہر شئی آسمانی و ارضی بحری و بری تمام مخلوقات انس و جن حیوانات نباتات و جمادات و شجرات بلکہ ہر درخت کا پتہ اور ریت کا ذرہ جو کچھ بھی ہے وہ خالق کائنات کی نشاندہی کررہا ہے اور پکار رہا ہے کہ میرا ضروری کوئی صانع اور رب ہے جو مجھے بنانے اور پالنے والا ہے۔ جس نے اپنی قدرت اور حکمت سے مجھے پیدا کیا ہے۔ علماء لکھتے ہیں۔ کہ عالم اسم الہ ہے۔ جیسے خَاتَمٌ مَایُخْتَمُ بِہٖ یعنی مہر لگانے کا آلہ۔ اسی طرح عَالَمٌ کہتے ہیں۔ مَایُعْلَمُ بِہِ الشَّئُ یعنی وہ چیز جس کے ذریعہ سے کسی شئی کا علم ہو۔ علمائے کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ موجوات میں جو کچھ ہے سوا اللہ کے ہر چیز کو عالم کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام عالم نہیں بلکہ وہ عالم کا خالق ہے۔ یہاں سوال ہے کہ جب ہر شئی اللہ کے سواء میں داخل ہے۔ تو پھر جمع کا صیغہ لانے کا کیا فائدہ۔ رب العالم رب العالمین کی جگہ کافی تھا۔ جواب یوں ہوگا کہ یہ صحیح ہے کہ رب العالم کہنے سے بھی مقصد حاصل ہوسکتا ہے لیکن اس میں خلاف مقصد کا بھی وھم تھا وہ یہ کہ لفظ عالم کا اطلاق ایک جنس پر بھی صحیح ہے۔ جیسا کہ عالم انسان عالم جن اور عالم ملائکہ کہنا بھی درست اور صحیح ہے۔ اس سے یہ وھم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت صرف ایک عالم یا ایک جنس اور اس کے افراد کیلئے ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ربوبیت عالم ممکنات کی تمام انواع و اجناس اور تمام عالم عالم ارواح عالم اجسام عالم برزخ عالم آخرت عالم

ملکوت عالم ناسوت عالم جبروت عالم مثال وغیرہ سب کیلئے ثابت ہے۔ لہٰذا رب العالمین ہی کا لانا انسب تھا قاضی ثناء اللہ پائی پتی رحمتہ اللہ تفسیر مظہری میں حضرت وھب رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں ان میں ساری دنیا ایک عالم ہے۔ صاحب معالم التنزیل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی (80) ہزار عالم پیدا فرمائے ہیں نصف سمندروں میں اور نصف خشکی میں رہتے ہیں حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ عالم کتنے ہیں ان کی تعداد اور گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ قول دراصل قرآنی آیت کا ترجمہ ہے۔ جو اس طرح ہے **وما یعلم جنود ربک الا ھو** (سورۃ المدثر / 31) ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے مقبول بندے کو علم عطا کر سکتا ہے۔ دلیل سے ثابت ہو جائے تو ماننا ایمان ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں جو مبالغے کے صیغے کہلاتے ہیں۔ مبالغہ کا صیغہ وہ ہوتا ہے کہ موصوف میں جو صفت پائی جاتی ہے وہ صیغہ اس کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے لہٰذا رحمٰن اور رحیم کے معنی صرف مہربان اور رحم کرنے والا کے نہ ہوں گے بلکہ اس کا ترجمہ ہوگا بہت ہی مہربان اور نہایت ہی رحم فرمانے والا۔ علماء کرام نے رحمٰن اور رحیم کے مبالغہ میں فرق بیان کیا ہے رحمٰن میں رحمت کی صفت کا جو ظہور ہے۔ وہ رحیم سے کہیں زیادہ ہے اتنا زیادہ کہ اس کی زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا بعض نے ان دونوں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ اسم رحمٰن کی دلالت اس صفت پر ہوتی ہے۔ جو خالق کائنات کی ذات میں دائم ہو اور رحیم کی دلالت اس صفت پر ہوگی جو انسان کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض نے ان دونوں اسموں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ قول اور عمل کے بغیر محض اس کے فضل و کرم سے انسان پر جو رحمت نازل ہوتی ہے وہ

Marfat.com

اس کی صفت رحمان کا تقاضا ہے۔ اور جو بوجہ اعمال صالحہ کے بار بار رحمت نازل ہوتی ہے۔ وہ اس کی صفت رحیمیت کا تقاضا اور ظہور ہے۔ مطلب یہ ہے۔ بلا دعا اور محنت اور اعمال صالحہ کے جو کچھ بھی اور جس کو بھی ملتا ہے۔ وہ صفت رحمٰن کا تقاضا ہے۔ ظاہری و باطنی' روحانی' مادیؔ غیرمادی' زمینی' آسمانی' مرئی اور غیر مرئی انعامات اور برکات کا نزول ہورہا ہے۔ یہ سب صفت رحمٰن کا ظہور ہے اور جو محنت اور اعمال صالحہ سے ملتا ہے۔ یا آئندہ ملے گا وہ صفت رحیم کا تقاضا ہے صفت رحیم کا ظہور قیامت کے روز عظیم ہوگا حدیث میں ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ میری رحمت میرے غضب پر سبقت حاصل کرے گی۔

رحمٰن' رحیم میں یہ فرق بھی ہے کہ لفظ رحمٰن اللہ کے ساتھ مخصوص ہے کیوں اس کے مفہوم کا مصداق سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہوسکتا رحیم اللہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ حضور ﷺ کی ذات اقدس پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْم (سورہ التوبہ / 128) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے لفظ رحمٰن کو تقریباً ستاون موقعوں پر ذکر فرمایا ہے اور ہر موقع پر شان شان رحمانیت کا انداز انوکھا اور اس کی رحمت کا سمندر بے کراں دکھائی دیتا ہے۔ ان میں سے ایک مقام عرض کئے دیتا ہوں جس سے اس کی صفت رحمانیت کی عظمت اور وسعت کا اندازہ لگایا جاسکے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (سورہ طٰہٰ / 5) یعنی بے حد رحم فرمانے والے نے عرش پر استویٰ فرمایا۔ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ استوی علی العرش سے کیا مراد ہے یہاں پر مقصود بحث نہیں بیان رحمت خداوندی کا ذکر ہورہا ہے۔ اس کے مطابق عرض کرنے کی توفیق الٰہی مانگتا ہوں سو عرض ہے کہ علماء کرام نے عرش کی بابت لکھا ہے کہ وہ تمام مخلوقات سے بڑا ہے اور تجلیات الٰہیہ کا مورد ہے اور اس کی وسعت اور بڑائی حدیث میں اس

Marfat.com

طرح پر آئی ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے کوئی حلقہ وسیع میدان میں پڑا ہو اور کرسی عرش کے مقابلے میں یہی حقیقت رکھتی ہے۔ اس سے عرش کی وسعت واضح ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ عرش تمام کائنات کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اس کے اوپر اور کوئی مخلوق محیط نہیں اگر کوئی محیط ہے۔ تو وہ صفت رحمانیت ہی محیط ہو سکتی ہے جس کا ذکر قرآن میں یوں ہے۔ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" عرش نے سب کائنات کو گھیر رکھا ہے اور صفت رحمانیت کا یہ کمال ہے کہ اس نے عرش عظیم کو بھی گھیرا ہوا ہے نیز خداوند تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (سورۃ الاعراف / 156) یعنی میری رحمت ہر شئی پر حاوی ہے اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى سے مقصود الٰہی اپنی وسعت رحمت بیان کرنا ہے۔ کیونکہ عرش عظیم پر استوی صفت رحمانیت کے ساتھ ہے۔ جو غلبہ رحمت کی دلیل ہے۔

بخاری اور مسلم میں اس مفہوم کی ایک حدیث بھی درج ہے جس کو حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا ہے فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قضائے خلق کے بعد ایک کتاب میں لکھ کر اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ عَلٰی غَضَبِیْ یعنی یقیناً میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اپنے قریب عرش پر رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں لفظ رحیم کو تقریباً ایک سو پندرہ (115) مقام پر ذکر کیا ہے۔ پھر کمال یہ ہے کہ ایک دو مقام کے سوا کہیں تنہا ذکر نہیں فرمایا بلکہ حسب موقع دیگر اسمائے حسنیٰ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ اور وہ اسماء جن کا اسم رحیم کے ساتھ مل کر ذکر آیا ہے وہ یہ ہیں۔ الغفورُ و الروُف، التوّابُ، الرَّحمٰنُ، العزیزُ، الودود، الرَّبُّ، والبرُّ علماء نے ان کے معانی اس طرح بیان کئے ہیں الغفور: یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں بہت بخشنے والا یعنی جو بڑے بڑے گناہ

Marfat.com

انسان سے ہوجاتے ہیں ان کو بخشنے والا اور یہ بخشش علی وجہ الاتم والا کمل ہے اور دوسرے معنی اس کے یہ بھی ہیں کہ بندوں کے گناہ اعمال ناموں سے محو کردینے والا یعنی حساب سے درگزر کرنے اور مواخذہ کو چھوڑ دینے والا یا دنیا میں پردہ فاش نہ کرنے والا کیونکہ غفر کے معنی مٹانے اور چھپانے کے بھی آتے ہیں۔

الرؤف یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں بہت شفقت و مہربانی اور نرمی کرنے والا۔ رافت کہتے ہیں شدت رحمت کو جیسے ضروب اور شکور۔ التواب مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں گناہ گاروں کی توبہ قبول کرنے والا یعنی رحمت کے ساتھ رجوع کرنا مقصد یہ کہ بندہ جب گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے اور پھر متوجہ الی اللہ ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اپنی کریمانہ عادت کے مطابق اپنے بندے کی بخشش کی طرف رجوع فرماتا ہے۔

رحمٰن کے معنی بہت مہربانی کرنے والا

العزیز کے معنی ہیں غالب و قوی' قاہر اور عزت والا

الرب اس کے معنی تفصیل کے ساتھ پہلے لکھے گئے ہیں

الودود یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی ہیں بہت محبت کرنے والا یعنی اپنے بندوں سے بہت محبت اور پیار کرنے والا

البر اس کے معنی ہیں اپنے لطف و کرم سے بندوں کے ساتھ نیکی کرنے والا۔

ان اسماء حسنیٰ کے مواقع و نزول اور ربط کی تفصیل طوالت مضمون کی مقتضی ہے لہٰذا اسے چھوڑتے ہوئے مختصراً عرض ہے کہ ان آٹھ اسماء حسنیٰ میں سے جو اسم رحیم سے زیادہ مل کر آیا ہے وہ اسم غفور ہے قرآن کریم میں یہ تقریباً بہتر (72) موقعوں پر رحیم کے ساتھ مل کر استعمال ہوا ہے گویا خداوند تعالیٰ نے اپنے خطاکار اور گناہ گار بندوں کو بہتر (72) مرتبہ مختلف اوقات میں یاد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بندو میں تمہارے لئے غفور رحیم ہوں یعنی میں اپنے گناہ گار

Marfat.com

بندوں کے گناہوں کو بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہوں اور ان پر اپنی شفقت اور رحمت باربار کرنے والا ہوں ان میں چند مواقع علی وجہ البصیرت ذیل میں پیش کردینا مناسب ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نَبِّئْ عِبَادِیْ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم (سورۃ الحجر/50)

اے میرے حبیب میرے بندوں کو خبردو کہ بے شک میں ہی ہوں بہت بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا

اَلَآ اِنَّ اللّٰہُ ھُوَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم (سورۃ الشوریٰ/5)

خوب سن لو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (سورۃ نساء/110)

اور جو شخص برائی یا اپنی جان پر ظلم کرے یعنی گناہ کے پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ تعالیٰ کو بخشش کرنے والا نہایت مہربان پائے گا۔

وَاسْتَغْفِرْ لَھُمُ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ النور/62)

اے میرے پیارے حبیب آپ ان لوگوں کیلئے بخشش طلب کریں بے شک اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم (سورۃ الزمر/53)

اے میرے نبی فرمادو! اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں یعنی گناہ کئے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں بے شک اللہ سارے گناہ معاف کردیتا ہے وہ تو غفور رحیم ہے۔

درحقیقت یہ آیت گناہوں کے تمام مریضوں کیلئے دارالشفاء ہے اور عظیم سے عظیم تر مرض گناہ کیلئے اکسیر شفاء کا حکم رکھتی ہے اور یہ خوشخبری اور بشارت

Marfat.com

ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے اپنی عمریں نافرمانی اور فسق فجور میں ضائع کی ہیں یہ رحمت خداوندی اور اس کے عفو و کرم کا ایک اعلان اور دروازہ سمجھئے جو بھی اس میں داخل ہوگا وہ صاحب نصیب اور مغفور و مرحوم ہے۔ یہ آیت اللہ کی غفوریت اور رحیمیت کا ایک بے کراں سمندر ہے۔ جو بھی اس میں غوطہ لگائے گا یقیناً اس کے ظاہری اور باطنی اعضاء سے ہر قسم کی نجاست چھٹ جائے گی کفر و شرک فسق و فجور الحاد ارتداد اور زندقہ وغیرہ کی تاریکی نیست و نابود ہو جائے گی۔ بے شک وہ سب کے سب گناہ معاف کر سکتا ہے۔ اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا پھر اس سے مایوسی کی لعنت کیوں اپنائی جائے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

قاریوں کی ایک جماعت نے اسے ملکَ بھی پڑھا ہے جس کے معنی بادشاہ کے ہیں یہ دونوں قراتیں متواتر ہیں جو مفید یقین ہے۔ علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ ان دونوں قراتوں میں کونسی قرات افضل اور راجح ہے ایک جماعت نے مالک کو ترجیح دی ہے اور دوسری جماعت نے ملک ۔ بمعنی بادشاہ کو افضل قرار دیا ہے دونوں جماعتوں نے اپنے اپنے دلائل اور وجوہات پیش کئے ہیں مطولات میں دیکھے جاسکتے ہیں علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں ایک قول نقل فرمایا ہے کہ مالک اور ملک وہ ہوتا ہے جو نیست سے ہست کرنے پر قادر ہو اس معنی کے لحاظ سے یہ دونوں لفظ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر نہیں بولے جاسکتے کیونکہ اس کا مصداق سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

یوم سے عموماً مراد وہ وقت ہے جو طلوع آفتاب سے غروب تک ہے لیکن اکثر اس سے مراد زمانہ کی کوئی مدت ہوتی ہے خواہ بہت ہی کم ہو یا بہت ہی زیادہ لیکن یہاں مراد قیامت کا دن ہے جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

الدِّیْنُ۔ اصل لغت کے اعتبار سے اس کے معنی اطاعت اور جزا "بدلہ" کے

ہیں پھر بطور استعارہ شریعت کیلئے استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ شریعت کی روح اطاعت خداوندی ہی ہے۔ یہ لفظ یعنی دین قرآن کریم میں مختلف مواقع پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ وہاں دیکھا جاسکتا ہے لیکن یہاں الدین سے مراد جزاء ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے الدین الجزاء فی الخیر و الشر یعنی دین سے مراد نیکی اور بدی کا بدلہ ہے۔ تو یوم الدین سے مراد وہ وقت اور دن ہے جس میں تمام بنی نوع انسان کے اعمال کا حساب لیکر انہیں ان کی جزا دی جائے گی۔ یہ دن اتنا سخت ہوگا کہ اس کی سختی کا کسی کو تصور بھی نہیں آیا ہوگا قرآن میں ہے کہ انسان اس روز اپنے بھائی بھائی سے بھاگے گا اور اپنی ماں اور باپ اور بیوی اور بیٹوں سے بھاگے گا۔ وہ دن ایسا ہوگا کہ کچھ چہرے سفید ہوں گے کچھ سیاہ اور اہل محشر خوف و غم کے دریا میں پڑے ہوئے نظر آئیں گے وہ نفسی نفسی کا دن ہوگا۔ وہی لوگ بے خوف اور بے غم دکھائی دیں گے جنہوں نے اس دار العمل میں تقوی اور پرہیز گاری کو اختیار کیا۔ قرآن کریم میں اس دن کے متعلق کہ اس میں کیا ہوگا کافی حد تک تفصیل موجود ہے۔ اور اس دن کے نام بکثرت قرآن میں پائے جاتے ہیں ان میں سے بیس 20 ناموں کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ ان کے ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ شاید اس دن کے حقائق ہمارے دلوں میں اتر جائیں اور ہم اس کی تیاری میں لگ جائیں۔ خدا کرے ایسا ہی ہو

Marfat.com

1	یوم الدین	فاتحہ-4	جزا کا دن
2	یوم آخر	توبہ-8	قیامت کا دن
3	یوم القیامۃ	آل عمران-77	قیامت کا دن
4	یوم عظیم	یونس-15	بڑا دن
5	یوم محیط	ھود-84	گھیر لینے والا دن
6	یوم الجمع	شوریٰ-7	اکٹھے ہونے کا دن
7	یوم مشہود	ھود-103	حاضری کا دن
8	یوم الحساب	غافر-27	حساب کا دن
9	یوم التناد	ابراہیم-44	عذاب کا دن
10	یوم التناد	غافر-32	پکار مچنے کا دن
11	یوم الاشہاد	غافر-51	گواہوں کی شہادت کا دن
12	یوم الیم	ھود-26	دردناک عذاب کا دن
13	یوم الوعید	ق-20	وعدہ عذاب کا دن
14	یوم الخلود	ق-34	ہمیشگی کا دن
15	یوم الخروج	ق-42	قبروں سے باہر آنے کا دن
16	یوم عسرۃ	قمر-8	سخت دن
17	یوم التغابن	تغابن-9	ہار جیت کا دن
18	یوم الفصل	مرسلات-30	فیصلے کا دن
19	یوم موعود	بروج-2	وعدہ کا دن
20	یوم کبیر	ھود-3	بڑا دن

(مالک یوم الدین) روز جزا کا مالک ہے۔ ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ شبہ

گزرے کے تمام کائنات کے ذرے ذرے کا مالک حقیقی صرف وہی ذات واجب الوجود ہے تو پھر روز جزا کی ما لکیت کو خاص کیوں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ بے شک ہر دو جہان کا مالک وہی خالق کائنات ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ لیکن تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس عالم ممکنات اور دار فانی میں حقیقی ما لکیت کے علاوہ مجازی ما لکیت بھی ہے لیکن عالم آخرت میں حقیقی ما لکیت کے علاوہ ما لکیت مجازی یا بادشاہت مجازی کا وجود ہر گز متصور نہ ہوگا یہ تمام مجازی ملکیتیں ختم ہو کر رہ جائیں گی اور وہاں صرف حقیقت ہی حقیقت باقی رہے گی۔

مالک یوم الدین سے یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ قیامت کو جو ذات حساب و کتاب لینے والی ہے وہ ہم سے غیر متعلق یا غیر مشفق نہیں اور نہ ہی وہ عاجز ہے۔ بلکہ وہ کل کائنات کا مالک اور آقا ہے۔ اسے ہم پر مکمل تصرف اور تسلط حاصل ہے۔ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں پھر لطف یہ ہے وہ مالک ہونے کے ساتھ ساتھ رحیم و کریم بھی ہے اور جو آقا اور مالک رحیم و کریم ہو وہ اپنی رعایا پر ظلم نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں ہے۔ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَاب (مومن آیت 17) آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج کسی پر ظلم نہ ہوگا اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ایک شخص نے مجھے ایک دفعہ کہا تھا کہ جب قیامت کے روز ہر فعل کا بدلہ لیا جائے گا تو دنیا میں جو سزائیں دی جاتی ہیں اس کے متعلق کیا ہوگا؟ جیسے ہاتھ کا کاٹنا' درے لگانا یا قصاص میں مار دیا جانا وغیرہ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ یہ سزائیں ریاست کے امن و سکون کو بحال رکھنے کیلئے ہیں۔ آخرت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ / 79) یعنی تمہارے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو تاکہ تم بچے رہو۔

آیت میں جس زندگی کو قوم کی زندگی کی بنیاد قرار دیا گیا ہے اس سے مراد اس دنیا کی زندگی ہے کیوں عالم آخرت میں فتنہ و فساد ہوگا اور نہ ہی قتل و غارت اور نہ ہی وہاں موت کا خوف و خطرہ اور یہ بات بھی قابل فہم ہے کہ جرائم کا پورا اور مکمل بدلہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں لے سکتا اس لئے اس نے ایک مخصوص دن مقرر اور متعین فرمایا جس میں وہ خود پوری اور مکمل جزا اور سزا دے گا دنیا میں جو جزا و سزا دی جاتی ہے بے شک وہ قانون الٰہی کے تحت دی جاتی ہے لیکن انسان بحیثیت انسان ہونے کے عاجز ہے جرائم کی پوری اور مکمل جزا و سزا دینے پر قدرت نہیں رکھتا۔ مثلاً دیکھئے ایک بدمعاش ڈاکو نے چار آدمیوں کو قتل کیا اور دو عورتوں سے زنا کیا اور گھر کا سب سامان لوٹ لے بھاگا جج صاحب نے شہادتیں لیں اور اسے موت کا حکم سنادیا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ قصاص یعنی سزائے موت صرف ایک قتل کا بدلہ ہے اور باقی تین قتل' دو زنا اور ڈکیتی کی سزا اس کے ذمہ بدستور باقی ہے۔ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ پورے جرموں کی سزا دی جاتی تاکہ انصاف کا تقاضا پورا اور مکمل ہوجاتا لیکن یہ دنیا کی عدالت اس پر قدرت نہیں رکھتی۔ وہ صرف ایک دفعہ ہی قاتل کا سر قلم کرسکتی ہے اور باقی وارثوں کے دل جلتے رہیں اور روتے رہیں گے کہ ہمیں انصاف نہ مل سکا لہٰذا قادر مطلق نے انسان کو پورا انصاف دینے کیلئے ایک انصاف کا دن مقرر فرمادیا جس روز ہر شخص کو ہر فعل اور قول کا بدلہ دیا جائے گا۔ جس کا نام یوم الدین اور یوم انصاف ہے اس روز تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مکمل فیصلہ ہوجائے گا اور جزا و سزا کے بارے میں کسی کو شکایت کا موقع نہ مل سکے گا آج ہمارے لوگ اس انصاف کے دن کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اور شتر بے مہار کی طرح جدھر دل چاہے ادھر ہی رخ پھیرتے ہیں حالانکہ مسلمان کہلاتے ہیں ایسا اسلام انہیں غضب الٰہی سے کیسے بچا سکے گا جبکہ انہوں نے اسلام کی اتباع کرنے کی بجائے اسلام والوں اور

Marfat.com

اسلام کی تضحیک اور تحقیر میں وقت گزارا ہمارے لوگ یہاں تک دلیر ہوگئے ہیں کہ یوم آخرت کا انکار کرنے لگے ہیں حالانکہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے اس کے وجود کا عقیدہ اہل اسلام کیلئے لازمی اور ضروری ہے یہ بے باکی اور جرات محض اس لئے ہے کہ انسان نے اپنے آپ کو غیر ذمہ دار سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ اپنے تمام اعمال اور اخلاق کا ذمہ دار ہے کل بروز قیامت اپنے تمام اعمال کا خالق کائنات کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ آج ہم جو کام بھی کرتے ہیں اس کے نتیجہ کی قوی امید رکھتے ہیں مثلاً دیکھئے زمیندار کاشت کرنے کے بعد فصل اگنے کی تجارت کرنے کے بعد تاجر نفع کی اور مزدور مزدوری کرنے کے بعد اس کے صلہ کی قوی امید رکھتا ہے اور پورا یقین کرتا ہے کہ مجھے اس کا معاوضہ ضرور ملے گا لیکن حیرت ہے کہ اپنے اعمال قبیحہ اور اخلاق سیہ کے متعلق یہ تصور کہ مجھے کوئی پوچھنے والا نہیں یہ کس قدر احمقانہ اور جاہلانہ تصور اور عقیدہ ہے۔ بھائیو! "اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ" یعنی دنیا درحقیقت آخرت کی کھیتی ہے جو یہاں کاشت کرو گے وہاں وہی کچھ کاٹو گے۔ جب دنیا میں اس کے خلاف نہیں ہوتا یعنی ایسا نہیں ہوا کہ گندم کاشت کی گئی اور جَو یا چنے پیدا ہوئے ہوں اگر کوئی یوں کہے کہ میں نے گندم کاشت کی تھی لیکن پیدا جَو ہوئے ہیں تو اسے سب پاگل کہیں گے کوئی بھی اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ تو پھر اس کو بھی تسلیم کرلینا چاہئے کہ بد اعمال کے بدلے اچھے اعمال کا اجر و ثواب نہیں مل سکتا تمہیں جو کچھ بھی ملے گا وہ تمہارے اپنے اعمال کی جزا و سزا ہوگی ہاں وہ رحیم و کریم اگر اپنی رحمت سے بلا حساب وہ کتاب بخش دے اور عفو و کرم فرمادے تو اسے مکمل اختیار ہے۔ (آمین) یا دنیا کی سزاؤں کو کافی قرار دے لے آخرت میں اس کا بدلہ نہ لے تو وہ ذاتِ قدیم مختارِ کلی ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی ہم مدد چاہتے ہیں۔
ایسا کیوں؟اس لئے کہ ہمارا تیرے سوا کوئی اللہ (معبود) نہیں تو ہی ہمارے سب کا رب اور تربیت کرنے والا ہے بلا امتیاز سب پر رحم کرنے والا اور مخصوص رحمت کرنے والا اور دو جہان کا مالک و مختار اور ہمارے کئے کی جزا اور سزا دینے والا ہے۔

جب ان صفات اور کمالات سے موصوف ہے اور کسی میں یہ صفات پائے جانا ناممکن ہے تو ہم پھر اور کسی کی عبادت اور پوجا پاٹ کیوں کریں۔ لہٰذا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے یہ بات بھی سمجھ لیں کہ انسان اپنے وجود و بقاء میں بھی ان پانچ اسماء کا محتاج ہے جن کا ذکر اوپر ہوا پھر لطف یہ ہے کہ ان اسماء کو جس ترتیب سے فاتحہ میں ذکر کیا گیا ہے اسی ترتیب سے درجہ بدرجہ ان کی احتیاجی ہے مثلاً انسان اپنی پیدائش میں اللہ واجب الوجود کا محتاج ہے اور اپنی پرورش اور تربیت میں رب العالمین کا محتاج ہے اور شفقت و عنایت میں رحمٰن کا محتاج ہے اور اس کی مخصوص رحمت اور محبت میں رحیم کا محتاج ہے اور اجر و ثواب اور محبت میں مالک کا محتاج ہے۔

نعبد عبد سے بنا ہے اور عبد کے معنی غلام شدن یعنی غلام ہونے کے ہیں یا اظہار عجز یا اطاعت کرنے کے ہیں یا یہ عبادۃ سے بنا ہے۔ مفسرین نے عبادۃ کے معنی لکھیں ہیں اقصیٰ غَایَۃِ الخُضُوع والتَذَلُّلِ یعنی نہایت درجہ کی عاجزی اور انکساری اور اہل عرب اس راستہ کو جو لوگوں کے پاؤں کے تلے آتا ہے طریقٌ معبدٌ کہتے ہیں یعنی چلتا ہوا راستہ' پاؤں سے روندا ہو ا راستہ۔ مقصد یہ ہے کہ راستے پر چلنے والے خواہ وہ کیسے چلیں جوتے نجاست بھرے ہوں یا صاف خواہ کوئی پاخانہ کرے یا پیشاب زمین نے کبھی بھی شکایت نہیں کی اور نہ روکا اللہ تعالیٰ نے اس میں نہایت درجے کی عاجزی انکساری اور فروتنی پیدا کی ہوئی ہے

Marfat.com

ہمیں بھی اپنے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور فروتنی کے ساتھ اس کی عبادت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ سجدہ نماز میں فرض ہے شاید اس میں یہ راز ہو کہ انسان میں بھی حد درجہ کی عاجزی اور انکساری پیدا ہو جائے کیونکہ پیشانی اشرف الاعضاء ہے جب مٹی اور خاک پر اس کو رکھ دیا جائے گا تو اس سے ساجد کا تکبر اور غرور جاتا رہے گا تو یقیناً یہ قرب الٰہی کا باعث ثابت ہوگا۔ شریعت کے نزدیک عبادت کہتے ہیں کسی کو معبود واجب الوجود تسلیم کرتے ہوئے انتہائی عاجزی و خضوع اور تذلل کے ساتھ اس کی اطاعت کرنا اور یہ صرف خالق کائنات کیلئے ہو سکتا ہے۔ سوا اس کے کسی کیلئے ہرگز جائز نہیں بلکہ شرک عظیم ہے۔ کیونکہ حق اللہ کو غیر اللہ کیلئے ثابت کرنا یہ ظلم عظیم ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ عبادت صرف نماز اور روزے کا نام نہیں جیسا کہ بعض نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس کے مفہوم میں بڑی وسعت ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت عبادت میں داخل ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودگی کیلئے جو کام بھی کیا جائے وہ عبادت میں ہی داخل ہے اور اس کی ناراضگی کے ڈر سے جو کام ترک کیا جائے وہ بھی عبادت میں داخل ہے جب عبد کے معنی غلام شدن کے ہیں تو یا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا کے معنی ہوں گے اے لوگوں اللہ کے غلام بن جاؤ یعنی اس کی غلامی اختیار کرو آقا کے ایک دو حکموں کی اطاعت کرنے کا نام غلامی نہیں بلکہ اپنے مالک اور آقا کی مکمل اطاعت کرنے کا نام غلام شدن یعنی غلامی ہے علاوہ ازیں عبادت کا لفظ نماز اور روزے کے سوا دوسرے اعمال حسنہ پر بھی استعمال ہوا مثلاً تفسیری عزیزی میں اَلنَّظَرُ اِلَی الْکَعْبَۃِ عِبَادَۃٌ النظر اِلَی الْمُصْحَفِ عِبَادَۃٌ النظر اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ النظر اِلٰی وُجْہِ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ (اطراف الاحادیث جلد 10 صفحہ 103) یعنی کعبہ شریف اور قرآن مجید اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عالم دین کے چہرے مبارک کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ ترمذی شریف میں ہے اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ یعنی دعا

Marfat.com

عبادت ہے۔اسی کتاب کی کتاب الدعوات میں ہے۔ " اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ اِنْتِظَارُ الفرج "یعنی افضل عبادۃ کشادگی کی انتظار رکھنا ہے۔

ہاں یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ عبادت کا جو معنی انتہائی عاجزی و انکساری و خضوع اور تذلل کا کیا ہے تو یہ ارکان نماز میں بطریق اکمل اور اتم پایا جاتا ہے خصوصاً قیام و رکوع و سجدہ اور قعدہ کی حالت قابل دید ہوتی ہے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی بڑا مجرم نہایت خشوع و خضوع اور تذلل کے ساتھ اپنے آقا کے سامنے دست بستہ گردن جھکائے ہوئے کھڑا ہے اور قولاً" فعلاً" یہ ثابت کررہا ہے کہ میرے پاس سوائے عجز و انکساری اور گناہ کے کچھ نہیں معافی کی درخواست لے کر آیا ہوں قبول ہوجائے تو زہے قسمت۔

پھر رکوع میں اپنے رب کے آگے بدن کا نصف حصہ جھکا دیا جاتا ہے نہایت عاجزی سے زبان سے کہتا ہے سبحان ربی العظیم اور اس عاجزی اور فروتنی سے انسان گناہوں سے تو پاک ہوجاتا ہے لیکن ابھی انانیت کے ذرات باقی ہیں فنائے تام حاصل نہیں رکوع سے کھڑے ہوتے ہیں فوراً سجدہ میں اپنی پیشانی کو جو اشرف الاعضاء ہے خاک اور مٹی پر رکھ دیتا ہے اور نہایت خضوع و عاجزی اور تذلل کے ساتھ زبان سے کہتا ہے سبحان ربی الاعلیٰ (پاک ہے میرا رب جو بہت زیادہ بڑا ہے) اس سے آگے انسان کے لئے مقام خضوع اور تذلل کوئی نہیں ہے بعض لوگ اس لئے ایمان کی دولت سے محروم رہے کہ وہ اپنے سروں کو زمین پر رکھنا ذلت اور رسوائی سمجھتے رہے لیکن انہوں نے نہیں سمجھا کہ سجدہ غیر اللہ کیلئے ذلت اور رسوائی ہے نہ کہ اللہ رب العزت کیلئے خالق کائنات کیلئے سجدہ کرنے سے جو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے وہ اور کسی عبادت سے میسر نہیں ہوتا (مسلم شریف)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت کے تین درجے لکھے ہیں اول درجہ یہ ہے کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی عبادت ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے کی جائے۔ دوم درجہ یہ ہے کہ اپنی عبادت قبول ہونے سے بزرگی اور کمال پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ سوم درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اللہ ہی کیلئے ہو یعنی عبادت سے مقصود صرف رضا الٰہی ہو۔ ان درجوں میں آخری درجہ پہلے دونوں درجوں سے بلند تر ہے۔ اس لئے کہ اس میں انسان کی اپنی خواہش نہیں صرف مقصود بالذات اللہ ہی ہے ایسی عبادت مقربین کا حصہ ہے اور کامل اخلاص بھی اسی کو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے خالق سے کسی عمل کی جزا و ثواب کا متمنی نہ ہو بلکہ اپنا مقصود اور محبوب صرف رضا الٰہی ہی ہو اور کسی چیز کو دل میں نہ لائے آپ نے دیکھا کہ جب ہم نماز کی نیت کرتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ نماز واسطے اللہ تعالیٰ کے نہ کہ واسطے جنت کے اس مفہوم کا اشارہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں پایا جاتا ہے خاص تیری ہی عبادت تیرے ہی لئے کرتے ہیں۔

نَعْبُدُ جمع کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہاں واحد کا صیغہ نہیں جس کا معنی ہے میں تیری عبادت کرتا ہوں۔ جمع کے صیغہ میں ایک فائدہ تو یہ ہے کہ اس سے ہم جان لیں کہ ہمیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ہوگی تو گویا التزام جماعت کی طرف اس کا اشارہ واضح ہے۔

دوسرا یہ فائدہ بھی ہے کہ عبادت کرنے والا محض یہ خیال نہ کر بیٹھے کہ عبادت کرنے والا صرف میں ہی ہوں اس فاسد خیال کو مٹانے کیلئے نَعْبُدُ کا صیغہ لایا گیا ہے یہ بھی کہ نمازی نماز ادا کرتے وقت یوں خیال کرے کہ میں تنہا اپنے رب کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں بلکہ میرے ہمراہ ہزاروں انسان اور ملائکہ بھی شامل ہیں۔ تیسرا جمع کے صیغے لانے میں ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ نمازی بارگاہ ایزدی میں دستہ بستہ عرض کر رہا ہے کہ اے اللہ بے شک میری نماز ناقص ہے لیکن میرے ساتھ جو نماز پڑھ رہے ہیں وہ مجھ سے بہتر اور افضل ہیں

Marfat.com

میری ناقص نماز کو اپنے کاملین اور صالحین کی نمازوں کے ساتھ شامل فرما کر اسے بھی شرف قبولیت عطا فرمائیے اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے آم کی ٹوکری منڈی میں جب فروخت ہوتی ہے تو ناقص آم اچھے آموں کے ساتھ برابر کی قیمت پاتے ہیں یوں ہی سمجھئے کہ ہماری ناقص نمازیں جو جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ بھی بوجہ اشتراک شرفِ قبولیت کا درجہ پائیں گی۔ بفضلہٖ و رحمتہٖ

نحوی قاعدہ کے رو سے نَعْبُدُ اِیَّاکَ ہونا چاہئے تھا کیونکہ عربی میں فعل فاعل اور بعد میں مفعول آتا ہے لیکن یہاں ایاک ضمیر منصوب متصل کو نعبد کے پہلے لایا گیا ہے اس لئے کہ اس سے چند فائدے مقصود ہیں اول یہ کہ اگر اِیَّاکَ کی ضمیر کو موخر اپنے مقام پر لایا جاتا تو وہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو مقدم لانے کی صورت میں ہو رہا ہے مثلاً دیکھئے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی بجائے نعبد ایاک پڑھیں تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ اس سے غیر کی عبادت کی نفی نہیں ہوتی اس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کی عبادت کے ساتھ کسی اور کی بھی عبادت کی جاسکتی ہے لیکن جب ایاک کی ضمیر مقدم کرکے پڑھا گیا ایاک نعبد تو اس کے معنی ہوں گے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اس سے غیر اللہ کی عبادت کی کلیتہً نفی ہوگئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ یَعْنِیْ نَعْبُدُکَ وَلَا نَعْبُدُ غَیْرَکَ یعنی اے اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تیری عبادت میں غیر کو شریک نہیں کرتے نیز ایاک ضمیر منصوب کو مقدم کرنے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نمازی کی نظر اپنی عبادت پر نہیں ہونی چاہئے بلکہ اللہ جل شانہ پر ہونی چاہئے جیسا کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ" یعنی تو اللہ کی عبادت ایسے کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے نیز جیسے

Marfat.com

ایاک کی تقدیم نے تخصیص عبادتِ ذوالجلال کا فائدہ دیا ہے اسی طرح یہ اشارہ بھی دیا ہے کہ عبادتِ ذوالجلال کی غرض اور مقصود صرف رضا الٰہی اور خوشنودی کے سوا اور کچھ نہ ہو۔

وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ یہ طلب مدد کس کے متعلق ہے تو اس کے متعلق دو قول نقل کئے جاتے ہیں ایک خاص اور دوسرا عام اول قول یہ ہے کہ یہ طلب مدد خاص عبادت کی تکمیل کیلئے ہے کیونکہ اس کی رہنمائی اور توفیق کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں کرسکتا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے کہ واوَ عاطفہ نہیں بلکہ واوَ حالیہ ہے۔ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ اے اللہ تجھی سے طلب مدد کرتے ہوئے تیری ہی عبادت کرتے ہیں دوسرے معنی عام کئے جاتے ہیں کیونکہ یہ جملہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ عام ہے لہٰذا طلب مدد کا مفہوم بھی عام کاموں کے متعلق ہوگا خواہ عبادات ہوں یا دیگر معاملات اور مہمات ہم اپنے جملہ امور میں اسی کے محتاج ہیں اور اسی کی مدد اور توفیق چاہتے ہیں اس کے بغیر حقیقتاً" کوئی معین اور ناصر نہیں ہے۔ صاحب خلاصۃ التفاسیر استعانت کے بارے میں کچھ وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ استعانت یعنی مدد چاہنا اس کے تین درجے ہیں۔

اول قولی جیسے دعا و تعلیم اعمال و سفارش وغیرہ۔

دوم فعلی جیسے امراء یا اطباء وغیرہ سے درخواست کیونکہ انتظام عالم انہیں پر ہے لہٰذا یہ جائز کئے گئے ہیں اور اگر وہ جس سے اعانت طلب کی جائے اس امر پر قادر نہ ہو (تو پھر بھی اس سے اعانت طلب کرے) تو یہ لغویت اور غلط فہمی ہوگی گناہ نہیں۔ بشرطیکہ صریح ممانعت یا فساد عقیدہ نہ ہو۔ سوم اعتقادی یعنی کسی کو اثر پر قادر اور نفع و نقصان پر پکا (مستقل) مختار جاننا یہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی اور سے جائز نہیں پس ایسی چیزیں جن میں سبب اور مخلوق کو دخل نہیں کسی اور

Marfat.com

سے نہ مانگے جیسے اس طرح کہے کہ تو پانی برسا دے موت یا زندگی دے دو میری اولاد نہیں اولاد دے دو میں بیمار رہتا ہوں مجھے شفا دے دو۔

لیکن اگر اس طرح کہے کہ اے اللہ تو اپنے حبیب کے صدقے یا بزرگان دین کی طفیل مجھے اولاد دو پانی برسا دو تو یہ جائز اور ثابت ہے بلکہ دعا کی قبولیت کیلئے مستحسن ذریعہ ہے اس استعانت کے بارے میں علامہ شبیر احمد عثمانی نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندے کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے متعلق علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس سے فرقہ جبریہ اور قدریہ کی تردید اور تغلیط اور مذہب حق اہل سنت کی تصدیق ظاہر ہوتی ہے وہ اس طرح کہ فرقہ جبریہ کے نزدیک انسان کسی فعل کے کرنے کا اختیار نہیں رکھتا انسان پتھر کی مانند ہے جو فعل بھی یہ کرتا ہے وہ برے ہوں یا اچھے۔ اس میں انسان مجبور محض ہے ایاک نعبد سے اس فرقہ کی تردید ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ عبادت کی نسبت جب بندہ کی طرف ہے اور اسے عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو لا محالہ بندہ کا اختیار ثابت اور جبر کا رد ہوتا ہے ورنہ مجبور محض کو تو کوئی حکم نہیں دیتا اور اللہ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ وہ مجبور محض کو حکم دیتا ہے یہ گستاخی اور توہین ہے فرقہ قدریہ کے نزدیک انسان اپنے تمام افعال کا خود خالق اور فاعل مستقل ہے اس عقیدہ کی تردید اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے ہوتی ہے اس لئے کہ انسان کو جب خالق افعال سمجھ لیا جائے تو طلب مدد کا محتاج نہیں رہتا حالانکہ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن میں طلب مدد کا ذکر ہے اور مَعُوْنت کی نسبت اللہ کی طرف ہے جس سے قدریہ کی واضح تردید ہوتی ہے۔ اَلْحَقُّ بَیْنَ الْقَدْرِ وَ الْجَبْرِ

یعنی حق ان دونوں کے درمیان ہے جس پر مذہب اہل سنت و جماعت قائم ہے وہ یہ کہ انسان جماد اور مجبور محض نہیں اور نہ ہی اپنے افعال کا خالق اور فاعل مستقل ہے بلکہ وہ کاسب افعال ہے اور خالق افعال اللہ ہے انسان جب کسی فعل کو کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خلق فرما دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (سورہ الصافات / 96) یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مجیب

اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ مجیب الدعوات نے ہمیں اپنے حبیب کے ذریعہ سکھایا ہے اور اس میں صراط مستقیم کی ہدایت مانگنے اور اسپر ہمیشہ قائم رہنے کا سوال ہے۔ اِھْدِ ھِدایۃ سے بنا ہے۔ ہدایت کے معنی ہیں دلالۃ بلطفٍ یعنی مہربانی اور لطف کے ساتھ رہنمائی کرنا ہدایت میں لطف کا مفہوم ملحوظ ہے اس لیے یہ شر میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ خیر میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے توفیق کا لفظ بھی خیر میں استعمال ہوتا ہے یوں نہیں کہا جاتا کہ اللہ مجھے چوری کرنے کی توفیق یا ہدایت دے ملکہ یوں کہا جائے گا کہ اے اللہ مجھے نیک کام کی توفیق اور ہدایت دے۔ علماء کرام نے ہدایت دینے کے دو طریقے لکھے ہیں پہلا طریقہ ہے اراءۃ الطریق صرف راستہ دکھانا دوسرا طریقہ ہے ایصال الی المطلوب یعنی منزل مقصود تک پہنچادینا۔ راستہ دکھانے میں بھٹکنے کا احتمال ہے لیکن دوسرے معنی میں بھٹکنے کا احتمال نہیں اِھدنا میں ہم جو ہدایت کا سوال کرتے ہیں اس سے فقط راستہ دکھانا مراد نہیں بلکہ منزل مقصود تک پہنچانا بھی مراد ہے اس دعائیہ جملہ کا مطلب صرف یہی نہیں ہے کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھادے بلکہ اس کے مفہوم میں بہت بڑی وسعت ہے اس میں یہ مفہوم بھی ہے کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا اور منزل مقصود تک پہنچا گویا دکھانا وچلانا اور منزل مقصود

Marfat.com

تک پہنچانا یہ تینوں مفہوم اس میں پائے جاتے ہیں الفاظ کوبدل کر اگریوں کہہ دیا جائے کہ ہمیں علم سکھا اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخش اور اخلاص کی منزل تک پہنچادے تو بھی غلط نہ ہو گا بلکہ اس دعائیہ جملہ کی واضح اور روشن تفسیر ہو گی کیونکہ شریعت ان تین چیزوں کا ہی نام ہے جو اس دعائیہ جملہ میں پائی جاتی ہیں یعنی علم و عمل واخلاص-

اب یہاں ایک مزید قابل ذکر بات ہے کہ ہر نمازی اپنی نماز میں (اھدنا) جمع کے صیغے کے ساتھ ہمیں ہدایت دے کہتا ہے حالانکہ وہ تنہا ہوتا ہے اس صورت میں اسے اِھدنی واحد کے صیغے کے ساتھ یعنی مجھے ہدایت دے کر کہنا چاہئے لیکن اس کے برعکس ہم جمع کے صیغے کے ساتھ دعامانگتے ہیں کیوں؟ اس لئے تا کہ ہماری دعا شرف قبولیت کا درجہ حاصل کر لے جیسا کہ ہم نے عبادت اور استعانت میں اپنے بھائیوں کو شامل کیا ہے- اسی طرح ہم طلب دعا میں دوسرے بھائیوں کو شامل کرلیتے ہیں تاکہ ہماری دعا ان کی شمولیت کی بنا پر قبول ہو جائے اور یہ بھی ہے کہ ہم جب ایک دوسرے کے لئے دعا کریں گے تو ہمارے درمیان محبت اور پیار میں اضافہ ہو گا کیونکہ جب السلام علیکم (جودعاہے) اِس سے محبت بڑھتی ہے تو یقیناً جو دعانماز میں مانگی جائے گی اس سے بھی محبت بڑھے گی- نیز حدیث میں ہے دُعَا الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ مُسْتَجَابٌ لِاَخِیْہِ (کنز العمال) مسلمان مرد کی دعا اپنے بھائی کیلئے مستجاب ہوتی ہے-

اھدنا کی تفسیر میں علماء کرام نے مراتب ہدایت کی تشریح فرمائی ہے اس سلسلہ میں امام راغب اصفہانی نے مفردات القران میں نہایت عمدہ اور مفصل طریقے سے لفظ ہدایت کی وضاحت کی ہے- وہاں دیکھ لینا زیادہ اچھا ہے لیکن میں یہاں ہدایت کے متعلق جو لکھنا چاہتا ہوں وہ ہے جس کو صاحب قاموس القرآن نے تفسیر المنار جلد اول صفحہ 67 سے نقل کیا ہے- لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو

جوہدایت کرامت فرمائی ہے اس کی چار قسمیں یا چار مرتبے ہیں جس سے وہ درجہ بدرجہ سعادت کی منزلیں طے کرتا ہے۔

اول۔ ہدایت وجدان طبعی یہ ہدایت کا پہلا درجہ اور فطرت کا وہ الہام ہے جو پیدا ہوتے ہی بچہ کی دستگیری کرتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ بچہ دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی بھوک کی تکلیف کو محسوس کرتا ہے اور محض اپنی فطرت کے تقاضہ سے رو کر غذا کا مطالبہ کرتا ہے اور جیسے ہی ماں اپنا دودھ اس کے ہونٹوں کو مس کرتی ہے وہ اپنی فطرت کے اسی غیر محسوس اشارہ پر اسے منہ میں لیکر چوسنے لگتا ہے۔

دوم۔ ہدایت حواس یہ ہدایت کادوسرا درجہ ہے اسی سے انسان دیکھنے اور سننے، چکھنے اور چھونے کی قوتیں پاتا ہے حیوانی زندگی میں یہ درجہ کی تکمیل کرتا ہے ان دونوں مراتب ہدایت میں انسان کے ساتھ حیوان شریک ہے بلکہ اس کا کچھ حصہ زیادہ ہی ہے کیونکہ حیوان کے وجدان کے حواس پیدائش کے بعد بہت جلد مکمل ہوجاتے ہیں اور انسان کے بتدریج تکمیل کی منزل طے کرتے ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ انسان کا بچہ کچھ دن تک نہ تو اچھی طرح دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے پھر دیکھتا ہے لیکن نظر کے قصور کے سبب فاصلہ کا صحیح اندازہ نہیں کرپاتا چنانچہ کبھی چاند کو اپنی گود میں لینے کی کوشش کرتا ہے اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے بر خلاف حیوان کے بچے کے وہ پیدا ہوتے ہی اپنے حواس سے صحیح طور پر کام لینے کے قابل ہوجاتا ہے۔

سوم۔ ہدایت عقل یہ ہدایت کا تیسرا درجہ ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مدنی الطبع بنایا ہے انسان کی تمدنی زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے اول الذکر ہدایات کے دونوں مرتبے کافی نہیں ہوسکتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت کے بلند تر درجہ پر فائز فرمایا جسے ہدایت یا عقل کہتے

Marfat.com

ہیں یہ ہدایت حواس و شاعر کی غلطیوں کا پردہ چاک کرتی ہے اور محسوسات سے آگے بڑھ کر نظریات کی پُر پیچ وادی میں اس کی رہنمائی کرتی ہے مثلاً دور کی چیز انسان کو چھوٹی نظر آتی ہے صفراوی میٹھی چیز کو کڑوا محسوس کرتا ہے اسی طرح پانی کی تہہ میں سیدھی لکڑی ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے تو یہ عقل ہی ہے جو انسان کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتی ہے اور جو اس کی غلطی کی وجوہ بھی ظاہر کرتی ہے۔

چہارم۔ ہدایتِ دین یہ ہدایت کا آخری درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے انسان کو کرامت فرمایا ہے جس طرح حواس کی غلطیوں کو عقل کی مدد سے دور کیا جاتا ہے اسی طرح عقل کی لغزشوں کیلئے بھی دین کے سہارے کی ضرورت ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان رہوارِ عقل کو اپنی ذاتی اور نوعی صلاح و فلاح کی منزلیں طے کرنے کیلئے استعمال نہیں کرتا بلکہ نفسانی خواہشوں اور مادی کام جوئیوں کی گھاٹیوں میں اسے دوڑانے لگتا ہے پھر نفسانی خواہشوں کا میدان تو بہت وسیع ہے وہ ساری دنیا کا خون کھینچ کر اپنی مجلس عیش کی رنگینیوں میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اسی طرح دنیا قتل و غارت اور تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتی ہے خواہشات نفسانی کی اندھیاری گھاٹیوں میں عقل انسانی کے غلط رویئے کو روکنے کیلئے ہدایت دین کا ہاتھ آگے بڑھتا ہے وہ اس کام کی لگام تھام لیتا ہے اور اسے ہلاکت کے راستے سے ہٹا کر سعادت کی راہ پر ڈال دیتا ہے علاوہ ازیں انسان طبعی طور پر اپنے دل کے پردوں پر ایک غیبی طاقت کا اقتدار محسوس کرتا ہے جو سارے عالم کو اپنے گرفت میں لئے ہیں نیز وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی ہے جہاں اسے اس اقتدار غیبی کے سامنے اپنے اعمال و افعال کی جواب دہی کرنی ہے پھر اسے یہ کس طرح معلوم ہو کہ قادر مطلق کے اس کی ذات پر حقوق کیا ہیں جنہیں ادا کرکے وہ اس کی رضا و رحمت اور حیوۃ آخرت کی فلاح و سعادت حاصل کر سکتا ہے بلا شبہ یہ کام بھی ہدایتِ دین ہی کا

Marfat.com

ہے قرآن کریم نے جابجا ان ہدایتوں کا ذکر کیا ہے منجملہ دیگر آیات کے یہ آیت ہے۔ البلد آیت ۱۰

"وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ" ہم نے انسان کو سعادت اور شقاوت کے دونوں راستے دکھا دیئے تو یہاں ہدایت کی جملہ اقسام مذکورہ مراد ہیں پنجم: لیکن ابھی ہدایت کی ایک اور قسم باقی ہے یہ وہ ہدایت ہے جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهِ (سورہ الانعام / : 91) یہ پیغمبرؑ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت سے نوازا ہے تو اے سننے والے ان کی ہدایت کی پیروی کر یہاں ہدایت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ اعانت اور توفیق ہے جو سعادت کی منزلیں طے کرتے ہوئے رہروان حق کے شامل حال رہی اور چونکہ حواس اور عقل کے استعمال اور دین کے فہم میں انسان سے بتقاضائے بشریت غلطی ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس سے پہلے اور سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ یہ دعا تعلیم فرمائی گئی۔

اِھدنا الصراط المستقیم اے ہمارے پروردگار ہمیں سیدھی راہ دکھا اور اپنی تائید غیبی سے ہماری دستگیری فرما! یہاں بھی ہدایت سے مراد وہ رہنمائی ہے جس کے ساتھ توفیق الٰہی شامل ہو۔

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صراط کو سین کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔ صراط صَرط سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں نگل لینا پھر صراط کے معنی راستہ کے اس مناسبت سے لئے گئے ہیں کہ راستہ بھی قافلہ کو نگل لیتا ہے جیسے کہ کھانے والا لقمہ کو نگل جاتا ہے یہاں راستہ سے کوئی تنگ و تاریک یا کوئی گلی یا کوئی ٹیڑھا راستہ یا کوئی مخصوص راستہ مراد نہیں ہے بلکہ یہاں شارع عام کشادہ راستہ اور گزرگاہ عام مراد ہے۔ المستقیم الصراط کی صفت اُستُقامت سے ماخوذ ہے۔ استقامت کے معنی سیدھا ہونے کے ہیں خطِ مستقیم کو بھی خطِ مستقیم اس لئے

Marfat.com

کہتے ہیں کہ وہ بھی اپنے ارد گرد تمام خطوط کے مقابلے میں سیدھا ہوتا ہے یعنی دو نقطوں کے درمیان جو خط کھینچا جاتا ہے اسے خط مستقیم کہا جاتا ہے اور دونوں نقطوں سے خط مستقیم کے دائیں بائیں جتنے خطوط بھی کھینچیں گے وہ سب ٹیڑھے ہوں گے صراط کی صفت مستقیم ذکر کرنے میں اسی طرف اشارہ ہے کہ منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے جو صحیح اور سیدھا راستہ ہے وہ صراط مستقیم ہی ہے اللہ والے اسی راستے پر چل کر قرب الٰہی اور وصل الٰہی کا مقام حاصل کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس کی تشریح فرماتے ہوئے ایک مثال بیان فرمائی ہے جس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے ہمارے سامنے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں اور خط کھینچے اور فرمایا یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر راستہ پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ (سورہ انعام / 154) اور بے شک یہی میرا راستہ ہے پس تم اسی کی تابعداری کرو اور دیگر راستوں کی تابعداری نہ کرو ورنہ تم کو خدا کے راستے سے تتر بتر کردیں گے۔

اس حدیث کی تصدیق آج واضح طور پر ہو رہی ہے اور ابلیس لعین نے اپنے پیروکار گروہ کتنے بنا ڈالے ہیں اس ملعون نے دین حق میں بے شمار شبہات پیدا کردیئے ہیں اور لوگوں کو علماء و کرام کے پاس جانے سے روکنے کی ہزاروں تدبیریں اور خباثتیں تیار کر رکھی ہیں درحقیقت یہ شیطانی راہیں اس لئے تیار کی گئی ہیں تاکہ عوام صراط مستقیم سے ہٹ جائیں اور گمراہی کے گڑھے میں جا پڑیں۔

صراط المستقیم سے مراد کیا ہے؟ مفسرین نے اس کے متعلق متعدد اقوال لکھے ہیں مجھے تو ان اقوال میں بنیادی فرق نظر نہیں آتا سب کا مقصود ایک ہی

دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے۔ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد دین اللہ یعنی اللہ کا دین ہے ایک قول کتاب اللہ کا بھی ہے بعض نے طریق الحق اور بعض نے دین الاسلام مراد لی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر' مدارک و تفسیر خازن وغیرہ) تفسیر قرطبی میں ہے کہ صراط مستقیم سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو خوب مضبوط پکڑو نیز فرمایا میرے بعد دو شخصوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اقتدار کرو (مشکوٰۃ)

نیز یہ بھی آیا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد " مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ ہے۔ یعنی وہ راستہ جس پر میں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرے اصحاب ہیں کیونکہ نجات آخروی کا دارومدار انہی پر ہے۔ (مشکوٰۃ) تفسیر خازن اور نور الانوار میں لکھا ہے کہ صراط مستقیم سے اہل سنت و جماعت مراد ہے راقم ناقص العلم عرض کرتا ہے کہ صراط مستقیم سے مکمل شریعت عقائد و عبادات و معاملات و معاشرت اور تزکیہ نفس و سیاست مراد ہے کیونکہ صراط مستقیم تمام مضامین کو شامل ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ عربی میں صراط اور سبیل اور طریق ان تینوں کے معنی راستہ کے ہیں لیکن یہاں صراط کو منتخب فرمایا گیا کیوں؟ اس لئے کہ صراط مستقیم کے پڑھنے کے وقت اس صراط جہنم کا نقشہ سامنے آجائے اور نمازی کے دل میں خوف و خشیت بڑھ جائے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پل صراط کے بارے میں ایک عجیب بات تحریر فرمائی ہے کہ کل قیامت کو جس پل صراط پر ہم نے گزرنا ہے وہ درحقیقت یہی صراط مستقیم ہے (ذکر کثیر صفحہ 256) یعنی اس نے اس کی مکمل پیروی کی تو وہ

Marfat.com

قیامت کے روز اس پر سے آسانی سے گزر جائے گا بخلاف اس کے جو اس راہ مستقیم پر نہ چلا اس کیلئے کل اس پر چلنا دشوار ہوگا۔

صِراطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِم غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ۔ آمین

ترجمہ: راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔ یہ آیتیں ماقبل آیت سے متعلق ہیں کیونکہ اس میں دعا مانگنے والے کا مقصد بیان ہوا ہے دعا میں راہ مستقیم کا سوال اور اس کی پہچان مطلوب تھی۔ صِرَاطَ الَّذِین اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سے اس راستے کا پتہ بتا دیا گیا ہے۔ مفسرین نے ترکیب نحوی کو پیش نظر رکھتے ہوئے یوں وضاحت فرمائی ہے کہ صراط الذین انعمت علیھم الصراط المستقیم سے بدل الکل ہے۔ جس کا فائدہ تفسیر و تعیین اور تاکید ہے یعنی الصراط المستقیم وہ راستہ ہے جس پر وہ لوگ قائم رہے جن پر تو نے انعام و اکرام فرمایا اور یہ وہ باخدا مومنین اور صالحین ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اطاعت پر ثابت قدم رکھا۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ یہ صراط الذین انعمت علیھم کا بدل یا صفت کاشفہ ہے اس ترکیب نحوی کے پیش نظر مطلب یہ ہوگا کہ یہ جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور انعام کیا ہے ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو نہ مغضوب ہوئے اور نہ گمراہ یعنی ان انعام یافتہ خوش نصیب بندوں نے کبھی کوئی ایسی حرکت اور فعل نہ کیا جو غضب الٰہی کا سبب ثابت ہوسکے اور نہ ہی انہوں نے صراط مستقیم سے عدول کیا بلکہ وہ ہمیشہ ہدایت پر قائم رہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی مخصوص رحمت اور توفیق سے نواز رکھا ہے اور وہ گمراہی کی گھائیوں سے محفوظ اور سالم رہے۔

اس کی دوسری تفسیر اس طرح ہے کہ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین گروہوں کا ذکر کیا ہے اول منعم علیھم جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا دوم مغضوب علیھم ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا سوم ضالین کا گروہ ہے جو راہ

Marfat.com

حق سے ہٹ کر گمراہی کے گڑھے میں جا گرا۔ پہلا گروہ جو آیت صراط الذین انعمت کا مصداق ہے وہ انبیاء و صدیقین و شہداء اور صالحین کا ہے جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (سورۃ النساء / 69) جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم مانے تو اسے اس کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء و صدیقین و شہداء اور صالحین گو ان چار قسم کے لوگوں کا آیت میں ذکر نہیں لیکن منعم علیھم میں ان کا شمار کیا جائے گا کیونکہ قرآن کا بعض حصہ قرآن کے بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ تو درحقیقت یہی وہ حضرات ہیں جن کی راہ حق اور صراط مستقیم حاصل کرنے کیلئے نماز میں دعا کرنے کا حکم دیا گیا۔

دوسرا گروہ جو مغضوب علیھم ہے جن کی عدم پیروی کا ذکر دعا میں ہے اس سے مراد یہود ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے مغضوب علیھم کے متعلق یہی ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے مراد قوم یہود ہے۔ (تفسیر مظہری و قرطبی و ترمذی) نیز قرآن مجید میں جو قوم مغضوب و ملعون و معتوب ٹھہرائی گئی ہے یا جس قوم پر غضب الٰہی اور عذاب جبار و قہار نازل ہوتا رہا ہے وہ یہودی ہی تھے۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے۔ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ (سورۃ مائدہ / 60)

جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی اور جن پر اس کا غضب ہوا اور جن میں سے اللہ نے بندر اور خنازیر بنائے۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ / 60)

اور جن پر اللہ کی طرف سے ذلت اور مسکنت مقرر کردی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر لوٹے۔

تیسرا گروہ وہ جن کی عدم پیروی کی دعا کرتے ہیں وہ ضالین کا گروہ ہے ضالین

Marfat.com

کے متعلق حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ضالین سے مراد نصاریٰ یعنی عیسائی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی یہ ہی بات ثابت ہے کہ مغضوب علیھم سے مراد یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (حوالہ مذکورہ) نیز قرآن کریم میں ان کی گمراہی اور ضلالت اور حق سے روگردانی کا ذکر موجود ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ضالین سے مراد یہ بد باطن عیسائی لوگ ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِى دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا اَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ (سورۃ مائدہ / 77)

آپ نے فرمایا اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو جو پہلے گمراہ ہو چکے اور جنہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور خود بھی اس راہ سے بہک گئے۔

اس کے بعد ان آیات میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن کو بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی نسبت انعام یافتہ لوگوں کی طرف کی ہے یوں نہیں فرمایا کہ تم مجھ سے میرا راستہ یا قرآن و حدیث کا راستہ مانگو حالانکہ انعام یافتہ کے پاس جو راستہ ہے وہ قرآن و حدیث ہی کا راستہ ہے؟

اس کے جواب میں میری یہ گزارش غلط نہ ہوگی کہ انسان کیلئے عملی میدان میں تین چیزوں کی ضرورت ہے اول تعلیم، دوم کتاب، سوم صاحب علم و عمل کی معیت میں عمل کی پریکٹس تاکہ غلطی کا تدارک ہو سکے جیسے ڈاکٹر یا وکیل تعلیم کے بعد کسی ماہر تجربہ کار ڈاکٹر اور وکیل کے زیر تربیت رہتا ہے اور اسی دستور کے مطابق اللہ تعالیٰ نے یہاں تین چیزوں کا ذکر فرمادیا ہے اول اِہْدِنَا جو تعلیم کی طرف اشارہ ہے دوم صراط مستقیم جو کتاب اور حدیث رسول ﷺ کی طرف اشارہ ہے سوم صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں معیت منعم علیہم کی جانب اشارہ

Marfat.com

ہے۔ جس سے مراد انبیاء صدیقین و شہداء اور صالحین ہیں۔ مقصد یہ کہ انہیں کا راستہ اور انہیں کی صحبت اور معیت میں رہ کر مقصود اعظم حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ کیونکہ اصلاح نفس محض تعلیم سے حاصل نہیں ہوا کرتی بلکہ اس کیلئے ایک مرد صالح کی صحبت اور معیت نہایت ضروری ہے یہ بات جو قرآن کریم میں آئی ہے یٰایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (سورۃ التوبہ / 119) یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔ یہ بھی اسی بات کو ثابت کر رہی ہے کہ مرد صادق یا صدیق کی معیت کے بغیر انسان اپنی تخلیق کا مقصد ہر گز نہیں پا سکتا۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ منعم علیہم چار طرح کے لوگ ہیں انبیاء صدیقین و شہداء اور صالحین۔ صدیقین اور شہداء اور صالحین ان کی صحبت اور معیت ہر دور اور ہر علاقے میں با آسانی میسر آسکتی ہے تو کیا انبیاء کرام کی صحبت اور معیت بھی میسر آسکتی ہے؟ اگر آسکتی ہے تو اجرائے نبوت ثابت ہو گا۔ اس کا جواب یہ کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا کیونکہ آیات قطعیہ اور احادیث متواترہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نبی آخر الزمان اور خاتم النبین ہیں لہٰذا انبیاء کی صحبت اور معیت بروز قیامت حسب مراتب ہو گی دنیا میں نہیں کیونکہ جب نبوت کا انقطاع ہے تو معیت کیسے ہو گی۔ ہاں صدیقین اور صالحین کی معیت باقی ہے ان کے ہاں رہ کر اپنے نفس کی اصلاح کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا اپنی زندگی کا مقصد عظیم پانے کیلئے لازم ہے کہ مرد صالح کی صحبت حاصل کر سکیں۔ ان کی صحبت کے بغیر نہ راہ حق اور صراط مستقیم مل سکتا ہے۔ اور نہ ہی انسان اپنی منزل پا سکتا ہے اور ان ہی کی راہ اور سبیل کے سوا باقی تمام راہیں شیطان کی راہیں ہیں اور وہ ہر راہ پر بیٹھا ہوا لوگوں کو اپنی طرف پکار رہا ہے۔

دوسری بات جو عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ میں جو نعمت کا ذکر ہے اس سے کونسی نعمت مراد ہے۔ انعمتَ انعام سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں نعمت دینا انعمت ماضی کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے تو نے انعام کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ منعم علیھم پر جو انعام کیا گیا ہے بس وہی ہے اور آئندہ ان پر کوئی انعام نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ان پر ہر زمانہ میں انعام و اکرام جاری و ساری رہتا ہے یہاں ماضی کا صیغہ اس لئے ہے کہ صیغہ ماضی متحقق الوقوع اور وہم و شک سے خالی ہوتا ہے۔ تاکہ کوئی اللہ تعالیٰ کے انعام دینے میں وہم اور شک نہ کرے صیغہ مضارع کی حیثیت اس سے مختلف ہے۔

اَنْعَمْتَ میں انعام کی نسبت اپنی ذات کی طرف صِرَاطَ مُسْتَقِیْمَ کی نسبت مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کی طرف اس لئے ہے کہ مُنْعَمْ حقیقی اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کی طرف صراط مستقیم کی نسبت اس لئے ہے یہ لوگ اس راستہ پر چلتے ہیں گویا یہ ان کا عملی راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عملی راستہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس سے پاک ہے وہ نکاح کا حکم دیتا ہے خود نہیں کرتا نماز کا حکم دیتا ہے خود نماز نہیں پڑھتا وضو کا حکم دیتا ہے خود وضو نہیں کرتا تمام احکام شرع میں یہی عمل ہے ہم پر اس کے حکم کی اطاعت لازم ہے اللہ کے نبی حکم بھی دیتے ہیں اور خود بھی عمل فرماتے ہیں اور اللہ کے نبی کے نائب مومنین صراط مستقیم پر چلنے کا حکم بھی دیتے ہیں اور اس پر خود عمل بھی کرتے ہیں اور اس کو سبیل المومنین بھی کہا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ نساء میں ہے وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ (سورۃ النساء / 115) یعنی اور جو کوئی مسلمانوں کی راہ سے الگ راہ پر چلے تو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ نعمت دراصل وہ کیفیت ہے کہ جسے انسان لذیذ پاتا

Marfat.com

ہے اس کا استعمال ان چیزوں میں ہونے لگا جو اس کیفیت کا سبب بنتی ہیں جیسے مطعومات اور مشروبات وغیرہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار اگرچہ ہم سے ممکن نہیں جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (سورۃ ابراہیم / 34) یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔ تاہم جنسی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی نعمت دو جنسوں میں منحصر ہے۔ دنیوی و اخروی پھر دنیوی کی دو قسمیں ہیں۔

اول۔ وھبی یعنی خالص خداداد۔

دوم۔ کسبی یعنی محنت سے حاصل کی ہوئی۔

پھر وہبی کی دو قسمیں ہیں۔ روحانی جیسے انسان کی ذات میں روح پھونک دینا اور اس روح کو عقل سے اور عقل کے بعد قوائے باطنیہ سے روشن کرنا اور عقل دینے کے بعد بندہ کو قوت فہم اور قوت فکر اور قوت نطق عطا کرنا۔

دوسری قسم جسمانی ہے جیسے بدن کو پیدا کرنا اور ان قوتوں کو پیدا کرنا جو بدن کے اندر حلول کئے ہوئے ہیں _ مثلاً قوت ذائقہ اور قوت لامسہ وغیرہ اور ان کیفیات کو پیدا کرنا جو بدن کو عارض ہوتی ہیں مثلاً صحت اور اعضاء کا صحیح و سالم ہونا یہ مثالیں وھبی کی ہیں۔ اور کسبی کی مثالیں نفس کو رزائل سے پاک کرنا اور اس کو اچھے اخلاق اور عمدہ قوتوں سے مزین کرنا اور بدن کو عمدہ زیورات اور بہترین حالات سے مزین کرنا۔ مال اور مرتبہ کو حاصل کرنا۔ اخروی نعمت یہ ہے کہ یہ بندے سے جو گناہ اور کوتاہیاں سرزد ہوتی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ معاف کردے اور اس سے راضی ہوکر اعلیٰ علیین میں ملائکہ مقربین کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جگہ عطا فرمائے۔ آیت میں نعمتیں اخروی اور ان کے وسائل مراد ہیں کیونکہ اس کے علاوہ دوسری نعمتوں میں تو مومن اور کافر دونوں شریک ہیں۔

تیسری بات جو عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود ہیں۔

جیسے پہلے عرض کیا گیا اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا اس امت کے افراد بھی مغضوب علیھم اور ضالین کے مصداق ہوسکتے ہیں جبکہ ان میں وہی افعال اور کردار پائے جائیں جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں میں پائے جاتے رہے۔ مقصد یہ ہے کہ مشرک کافر تو اب بھی مغضوب و ملعون اور معتوب ہیں آیا اگر مسلمان ایسے افعال کا ارتکاب کریں تو یہ بھی غضب اور لعنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ بے شک بوجہ رحمتہ اللعالمین اس امت کی خصوصیتیں ہیں اور انہیں بعض عذابوں سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن بعض اعمال ایسے ہیں کہ اگر اس امت کا کوئی مسلمان فرد اس کا ارتکاب کرے تو اس شخص پر غضب اور لعنت الٰہی کا ذکر آیا ہے۔ قرآن اور حدیث میں اس کے متعلق کافی شہادتیں موجود ہیں۔

اول۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (سورۃ النساء / 93) جو شخص مومن کو دانستہ قتل کر ڈالے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اور لعنت اس پر ہوگی اور اس کیلئے بڑا عذاب تیار ہے۔

دوم۔ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ ... فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (سورۃ الانفال / 16) اور جو کوئی بغیر ضرورت تدبیر جنگ یا بلانیت اپنی جماعت میں ملنے کے "میدان" میں پیٹھ دے گا اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا اور پلٹنے کی بری جگہ ہے۔

سوم۔ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى (سورۃ طٰہٰ / 81) ہمارا دیا ہوا پاکیزہ رزق کھاؤ اور اس "رزق" میں سرکشی "ہرگز" نہ کرنا ورنہ میرا غضب تم پر ٹوٹ پڑے گا یاد رکھو جس پر میرا غضب ٹوٹا پس وہ ہلاک ہوگیا۔

Marfat.com

اس کے بعد احادیث مبارکہ کی شہادتیں پیش نظر کر رہا ہوں جو نہایت عبرت آموز اور قوم کیلئے بیداری کا تازیانہ ہے۔ جس کا مطالعہ ہمارے لئے اہمیت رکھتا ہے۔ شاید ہمارے ذہن میں کوئی نکتہ بیٹھ جائے جس سے ہماری قسمت جاگ اٹھے اور ہم ان مفاسدوں اور قباحتوں سے چھوٹ جائیں اور عذاب الٰہی سے بچ جائیں ورنہ غضب اور لعنت خداوندی کوئی معمولی عذاب نہیں کیونکہ جہاں لعنت ہے وہاں رحمت نہیں۔

اول حدیث

اس حدیث میں دراصل چھ شہادتیں ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابُ حضور ﷺ نے فرمایا۔ چھ طرح کے آدمی ہیں جن پر میں لعنت کرتا ہوں اور اللہ اور ہر نبی مستجاب الدعوات ان پر لعنت کرتا ہے 1_ " اَلزَّائِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ " یعنی اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا یعنی ایسے شخص پر اللہ اور رسول اور کل نبی لعنت کرتے ہیں جس نے قرآن پاک میں زیادتی کی۔ جیسے رافضی اور مرزائی اول الذکر لفظی زیادتی کے قائل اور موخر الذکر معنوی زیادتی کے مرتکب ہیں۔

2_ اَلْمُكَذِّبُ لِقَدْرِ اللّٰهِ یعنی اللہ کی تقدیر کا منکر بھی لعنتی ہے۔

3_ وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّ مَنْ اَذَلَّهُ اللّٰهُ وَيُذِلَّ مَنْ اَعَزَّهُ اللّٰهُ یعنی ملک پر جبراً قبضہ جمانے والا۔ تاکہ عزت دے انہیں جنہیں اللہ نے ذلیل کیا اور ذلیل کرے انہیں جنہیں اللہ نے عزت بخشی ہے۔ جیسے آجکل ہو رہا ہے خصوصاً جب لعنتی جمہوریت کا الیکشن ہو رہا ہو پھر ایک حکومت اپوزیشن پارٹی کو شکست دینے کیلئے جو سفاکانہ و ظالمانہ فریب کاری اور دھوکا بازی کا رویہ اپناتی ہے شیطان بھی شرم کے مارے میں سر نیچا کر لیتا ہے۔

4_ اَلْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال سمجھنے والا۔ یعنی جو اللہ نے حرام کیا قول ہو یا فعل ہو یا کوئی جانور وغیرہ ہو مثلاً سود و زنا کذب و افترا

اور بہتان و غیبت وغیرہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام اور حرام کو حلال جاننا کفر ہے۔ لیکن بموجب اس حدیث وہ لعنتی بھی ہے۔

5_ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ ۔ میری اولاد کے متعلق وہ باتیں حلال سمجھنے والا جنہیں اللہ نے حرام کیا ہے۔ مثلاً بغض و عداوت اور ظلم و ستم وغیرہ حرام ہے اگر کوئی آپ کی اولاد پر ظلم و ستم یا ان سے بغض و عداوت کرنا حلال سمجھے تو وہ شخص مستحق لعنت ہے۔ دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جو شخص میری عترت سے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال مانے اس پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت ہے۔

6_ وَالتَّارِکُ لِسُنَّتِیْ "رواہ البیہقی مشکوٰۃ شریف" یعنی میری سنت کو چھوڑنے والا۔ سنت خواہ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ یا آپ کی کسی سنت کی بھی تحقیر کی یا مذاق اڑایا جیسے آج کل لوگ داڑھی شریف کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان بد اندیشوں نے کتنے الفاظ وضع کر رکھے ہیں اس سے کفر لازم آتا ہے اور لعنت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

7_ عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہ تعالیٰ عَنه قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلعم الرجلَ یَلْبَسُ لِبْسَۃَ الْمَرْاَۃِ تلبسُ لِبْسَۃَ الرجلِ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت کی جو عورتوں کا سا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت کی جو مرد جیسا لباس پہنے۔ "مشکوٰۃ"

8_ عَنْ ابنِ اَبِی مُلَیْکَۃَ قَالَ قِیْلَ لِعَائِشَۃَ اِنَّ امْرَاۃً تَلْبَسُ النَّعْلَ قَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیهِ وسلّم الرَّجُلَۃَ مِنَ النِّسَاءِ ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ ایک عورت نے جوتی پہنی ہے آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد بننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے "ابوداؤد"

Marfat.com

9_ عن ابن عباس ضض قال لُعِنَتَ الوَاصِلَۃُ والمستو صِلَتۃ والنَا مِصَنۃ والمُتَنِمّصَنۃ والوا شِمَنۃ والمُستَوشِمَنۃ مِنْ غَیرِ دَاءٍ۔ابن عباس سے روایت ہے کہ لعنت کی گئی ہے ان عورتوں پر جو بالوں کو ملانے والی اور ملوانے والی اور بال چننے والی اور گودنے والی اور گدوانے والی بغیر بیماری کے ہو "رواہ ابوداؤد"

10_ عَنْ ابْنِ عَبّاسٍ ضض قَالَ لَعَنَ النَبِیّ صص اَلْمُخَنّثِیْنَ مِنَ الرّجَالِ وَالْمُتَر جّلَاتِ مِنَ النّسَاءِ وَقَالَ اَخرِجُوهُمْ مِن بُیُوْتِکُمْ ۔"رواہ بخاری۔ مشکوۃ باب الترجل" حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے مخنث مردوں پر اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔

11_ عَنْ ابْنِ عَبّاسٍ ضض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صص لَعَنَ اللّہ المُتَشَبّهِیْنَ مِنَ الرّجَالِ بِالنّسَاءِ وَالمتَشَبّهَاتِ مِن النِّسَاءِ بِالرّجَال "رواہ بخاری۔ مشکوۃ باب الترجل" حضرت عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان مردوں پر لعنت کرتا ہے جو عورتوں کی ہم شکل بنیں اور ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے جو مردوں کی ہم شکل بنتی ہیں۔

12_ عَنْ اَبِیْ سَعِیْد خُدری قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صص اَلنَّائِحَۃَ وَالمُسْتَمِعَۃَ " ابو داؤد باب النوحہ " حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی پر لعنت فرمائی ہے۔

13_ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہ عَلَیهِ وَسَلّم لَعَنَ اللّہُ مَنْ عَمِلَ عَمْلَ قَوْمِ لُوْط " مسند امام احمد جلد اول ص 39" حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت بھیجتا ہے جو قوم لوط سا عمل کرتا ہے۔ آپ نے یہ تین بار فرمایا۔

14_ ابنِ مَسْعو دٍ رَضِی اللّہ تعالیٰ عَنه عَن ابیه قَالَ لَعَنَ رَسولُ اللّہ صَلّی اللّہ علیه وسلم اٰکِلَ الرِّبَا وَمُوکِلَهٗ وشَاهِدَهٗ وکَاتِبَهٗ " ابو داؤد شریف باب اکل

Marfat.com

الربا" ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور اس کو کھلانے والے اور اس کے گواہ اور لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

15_ عَنْ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صلعم لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيْهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ فِي رِوَايَةٍ اٰكِلَ ثَمَنِهَا "ابوداوٗد شریف باب تحریک الخمر" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شراب پر اس کے پینے والے و پلانے والے اور بیچنے والے اور خریدنے والے دوسروں کیلئے نچوڑنے والے اپنے لئے نچوڑنے والے اور اس کے لے جانے والے اور جس کے پاس لی جائے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ اور اس کی قیمت کھانے والے پر بھی لعنت ہے۔

16_ عَنْ ثَوْبَانَ صنص قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ وَالرَّائِشَ يَعْنِي يَمْشِي بَيْنَهُمَا حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رشوت دینے اور لینے اور دلانے والے پر لعنت فرمایا کرتے۔

17_ عَنْ اَبِي اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَعَنَ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا وَ الشَّاقَّةَ جَيْبَهَا وَالدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ "ابن حبان جلد 6 ص 62 و ابن ماجہ" ابی امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت پر لعنت فرماتے ہیں جو اپنے منہ کو نوچتی اور گریبان پھاڑتی اور مصیبت کے وقت ہائے وائے کرتی۔

18_ عَنْ اَبِي مُوْسٰى الْاَشْعَرِي قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَقَ اَوْخَرَقَ اَوْسَلَقَ حضرت ابو موسیٰ الاشعری فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لعنت فرماتے ہیں اس شخص پر جو سر منڈاتا یا کپڑے پھاڑتا یا روتا چلاتا۔

19_ عَنْ اَبِي هُرَيْرَه صنص قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ "بخاری شریف جلد دوم ص 1003" حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ بیضہ "خود"

Marfat.com

کو چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسی کو چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

20_ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ وسلم لَاتَسُبُّوْا اَصْحَابِی فَمَنْ سَبَّھُمْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن "شفاء شریف ص 266" حضور ﷺ نے فرمایا اے لوگو میرے صحابہ کو گالی مت دو پس جس نے گالی دی اس پر اللہ اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

21_ اِنَّ النَّبِیَّ صص قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ "کنز العمال" بے شک نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

22_ عَنِ ابْنِ عَبَّاس رَضِیَ اللّٰہ تعالٰی عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ سَبَّ وَالِدَہٗ "مسند امام احمد جلد اول ص 309" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے والد کو گالی دے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

23_ عَنْ ابن عَبَّاسٍ ضص اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہ وَسَلَّم قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ عَقَّ وَالِدَیْہِ "مسند امام احمد جلد اول ص 309 ص 317" حضرت ابن عباس روایت فرماتے ہیں بے شک رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے والدین کا نافرمان ہو اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرتا ہے۔

24_ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صص فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ "بخاری شریف جلد اول ص 251" حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرے تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت اس کی کوئی نہ نفلی عبادت قبول ہوگی اور نہ کوئی فرضی۔

25_ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰی مُحْدِثًا

Marfat.com

فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ "بخاری شریف جلد اول ص 251" حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص مدینہ میں کوئی نئی بات نکالے "جو خلاف سنت ہو" یا نئی نکالنے والے کو جگہ دے تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کی کوئی عبادت نفلی ہو یا فرضی قبول نہیں ہوگی۔

26_ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تعالٰی عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ "رواہ احمد و ترمذی مشکوہ شریف ص 154" حضرت ابو هریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول ﷺ قبروں کی بہت زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتے۔

27_ عَوْن بن جُحَيْفَه عَنْ اَبِيْهِ قَالَ نَهَى النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ وَسَلَّم عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ "بخاری شریف جلد اول ص 280" عون بن جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ کتے اور خون کی قیمت سے منع فرماتے اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرماتے۔

28_ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تعالٰی عَنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ وَقَعَ عَلٰی بَهِيْمَةٍ "مسند امام احمد حنبل جلد اول ص 317" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول ﷺ اس شخص پر لعنت فرماتے جو چوپائے سے ناجائز فعل کرتا۔

29_ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ "رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوہ شریف ص 270" حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت فرماتے ہیں اس شخص پر جو کسی کا ستر دیکھے اور اس پر بھی جس کا ستر دیکھا جائے یعنی قصداً ستر دیکھنے والے اور دکھانے والے دونوں پر خدا کی لعنت ہے۔

Marfat.com

30_ عَنْ عَلِی ضض قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہ وَسَلّم لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَہٗ۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ لعنت کرتا ہے اس شخص پر جو اپنے باپ پر لعنت کرے۔

31_ عَنْ عَلِی ضض قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلّم لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اس شخص پر جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے۔

32_ عَنْ عَلِیّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہ وَسَلّم لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرماتا ہے جو اس شخص کو جگہ دے جو دین میں خلاف سنت کوئی بات پیدا کرے۔

33_ عَن عَلِیّ رَضِی اللّٰہ تَعالٰی عَنْہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّم لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الاَرْضِ "مسلم شریف جلد دوم ص 161" حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے اس شخص پر جو زمین کے نشان بدل دے "کیونکہ اس سے مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے"

34_ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلّم لَعَنَ اللّٰہُ فَقِیْرًا تَوَاضَعَ لِغَنِیّ مِنْ اَجَلِ مَالِہٖ "کنز العمال" حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس فقیر پر لعنت کرتا ہے جو مال حاصل کرنے کی خاطر امیر کیلئے تواضع کرتا ہے یعنی اپنے لئے ذلت آمیز الفاظ استعمال کر کے مانگتا ہے جیسے فقیروں کی عادت ہوتی ہے۔

35_ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہ وَسَلّم لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَار لُعِنَ عَبْدُ الدِّرْھَم "ترمذی شریف جلد دوم ص 20 کتاب الزھد" حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ لعنت کیا گیا ہے بندہ دینار کا لعنت کیا گیا ہے بندہ درھم کا "مشکوٰۃ ص 441" درھم و دینار کا بندہ وہ ہوتا

Marfat.com

ہے۔ جو دنیاوی مفاد کی خاطر دین کو چھوڑ دے یا دین کا کام دنیا کیلئے کرے۔

36_ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہ وسلم قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَمَلْعُوْنٌ مَافِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہ وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ ۔"رواہ الترمذی مشکوۃ ص 441"

بے شک رسول ﷺ نے فرمایا خبردار رہو! دنیا لعنتی چیز ہے اور جو دنیا میں ہے وہ بھی لعنتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور اس چیز کے جو رب کے قریب کردے اور عالم اور طالب علم کے۔ یعنی چار چیزوں کے سوا باقی چیزیں ملعون ہیں۔ (1) ذکر اللہ (2) قرب الٰہی کے وسائل (3) عالم (4) متعلم۔

37_ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰی اِمْرَاَتَہٗ فِیْ دُبُرِھَا "احمد ابو داؤد مشکوۃ شریف ص 672" حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا وہ شخص ملعون ہے جو اپنی بیوی کی مقعد میں وطی کرے۔

38_ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّم نَاکِحُ الْیَدِ مَلْعُوْنٌ" رسول ﷺ نے فرمایا مشت زنی کرنے والا ملعون ہے۔

39_ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب رَضِی اللّٰہ تعالٰی عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وسلَّم اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جالب یعنی باہر سے مال لانے والا روزی دیا جاتا ہے۔ اور احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے "ابن ماجہ کتاب التجارات"

40_ عَنْ اَبِی ھُرَیرۃ عَنِ النَّبِی صَلَی اللّٰہ عَلَیہ وَسَلَّم قَالَ اَرْبَعَۃٌ یُصْبِحُوْنَ فِیْ غَضَبِ اللّٰہ وَیُمْسُوْنَ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ قُلْتُ مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ؟قَالَ اَلْمُتَشَبِّھُوْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالَّذِیْ یَاْتِی الْبَھِیْمَۃَ وَالَّذِیْ یَاْتِی الرِّجَال "الترغیب و الترھیب جلد 3 صفحہ 287"

حضرت ابوھریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا چار طرح کے آدمی

Marfat.com

ایسے ہیں جو صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب میں کرتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا۔ (1) وہ آدمی جو عورتوں جیسی شکل بناتے ہیں۔ (2) وہ عورتیں جو مردوں جیسی شکل بناتی ہیں۔ (3) وہ آدمی جو چوپاؤں سے بدفعلی کرتا ہے۔(4) وہ آدمی جو مردوں سے لواطت کرتا ہے۔

ان احادیث مبارکہ کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں پائی جاتی ہیں جن میں ایسے افعال قبیحہ کا ذکر ہے۔ جن کے کرنے والوں کیلئے غضب الٰہی اور لعنت خداوندی کی وعید کا ذکر موجود ہے۔

آمین

لفظ آمین مد "آمین" اور قصر "آمین" بروزن فعیل دونوں طرح سے منقول ہے۔ لیکن میم تشدید کے ساتھ "آمین" بروزن ضالین پڑھنا خطاء فاحش ہے۔ ھدایہ شریف۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امین کہنے سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ لیکن صاحبین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی "غایۃ السعایہ"

1_ آمین کے بارے میں تمام علماء امت کا اتفاق ہے۔ کہ یہ قرآن پاک کا جزء نہیں لیکن یہ بات ضروری ہے کہ سورہ فاتحہ کو لفظ آمین کہہ کر ختم کرنا مسنون ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عَلَّمَنِیْ جِبْرَائِیْلُ آمِیْن عِنْدَ فَرَاغِیْ مِنْ قِرَائَۃِ الْفَاتِحَۃِ وَقَالَ اَنَّہٗ کَالْخَتْمِ عَلَی الْکِتَاب کہ مجھ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سورہ فاتحہ کی قراۃ سے فارغ ہونے کے بعد لفظ آمین کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ آمین کی حیثیت وہی ہے۔ جو خط پر مہر کی ہے مقصد یہ کہ مہر سے خط فساد سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح لفظ آمین کہہ دینے سے دعا عدم قبولیت کے

خطرے سے محفوظ ہوکر درجہ قبولیت پر پہنچ جاتی ہے۔ اور اسی حدیث کے ہم معنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ آمِیْن خَاتِم رَبّ العَالَمِیْن خَتَم بہٖ دُعَاء عَبْدہ یعنی آمین رب العالمین کی مہر ہے۔ اس نے اپنے بندہ کی دعا اس پر ختم کی ہے۔

2_ امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے اور چلتے چلتے ہمارا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو بارگاہ الٰہی میں دعا کررہا تھا اور یہ دعا نہایت الحاح اور زاری کے ساتھ کررہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ الحاح اور زاری دیکھ کر فرمایا اس کی دعا قبول ہوگئی اگر اس نے دعا پر مہر لگالی حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا پر کس چیز کی مہر لگائی جاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لفظ آمین کی۔ "مشکوۃ شریف ص 80" پر بھی یہ روایت ہے۔ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم نے اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حدیث نقل کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام جب وَلَا الضَّالِّیْن کہنے تک پہنچ جائے تو تم آمین کہا کرو کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی اس کے تمام گزشتہ گناہوں پر قلم عفو کھینچ دیا جائے گا۔

3_ سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا امام ومقتدی اور منفرد سب کیلئے مسنون ہے۔ بلکہ ہر دعا کے بعد آمین کہنا دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔ جیسے سنن ابوداؤد کی حدیث سے معلوم ہوا ہے۔

4۔ لفظ آمین اسم فعل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ آمین دراصل اسم ہے لیکن فعل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے دیگر اسمائے فعال مثلاً رُوَیْدَ وَ حَیْھَلَ اور ھَلُمَّ فعل کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ قاضی ثنا اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

بحوالہ امام بغوی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ آمین کے معنی اسمع واستجب کے ہیں یعنی اے اللہ ہماری دعا سن اور قبول فرما۔ قاضی صاحب اس کے متعلق دوسری روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آمین کے معنی دریافت کئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے معنی ہیں افعل یعنی ایسا ہی کر مطلب یہ کہ اے رب العالمین ہم نے تجھ سے جو مانگا ہے وہی کر دے ہمیں اہل انعام کے راستے پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دے اور اہل غضب وضلال سے ہم سب کی حفاظت فرما۔ بعض نے کہا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے "مصنف عبدالرزاق جلد 2 ص 99"

5_ جیسا عرض کیا گیا ہے کہ ہم سب کے نزدیک سورہ کے اختتام پر آمین کہنا سنت ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے۔ کہ آمین آہستہ کہنا چاہئے یا آواز سے ہم چونکہ حنفی المذہب ہیں ہم آئمہ دین اور اکابر اہل سنت جو اس مذہب کے سراخیل ہیں ان کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے آہستہ آمین کہنے کو بہتر اور افضل سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا طریقہ رہا ہے۔ دوسری یہ بات بھی قابل توجہ ہے۔ کہ آمین دعا ہے اور دعا آہستہ ہی مانگنے کا حکم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (سورہ الاعراف / 55) یعنی اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں یہاں حد سے بڑھنے والے وہی لوگ مراد ہیں جو تضرعا" وخفیہ کے طریقے سے دعا نہیں کرتے۔ یعنی آواز سے دعا کرتے ہیں۔ ہم حنفیوں کیلئے آمین کے آہستہ کہنے کیلئے یہی آیت مبارکہ حجت کیلئے کافی ہے۔ ہم دوسری دلیل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے خالق کائنات ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے لیکن یہ جو

Marfat.com

ہمارے خلاف نفرت کی آگ بھڑکائی جاتی ہے۔ کہ حنفیوں کی نمازیں فاسد اور نامقبول ہیں۔ حدیث میں آمین بالجہر کا ذکر ہے۔ آمین بالاخفاء کی کوئی حدیث نہیں حنفی حدیث پر نہیں بلکہ اپنے امام کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ بھائیو! ان کا یہ پروپیگنڈہ خالص جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اور ایک عظیم جماعت جو سواد اعظم کی مصداق ہے ان کے خلاف بدتمیزی کا ایک طوفان ہے۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ زیر بحث مسئلہ کے ثبوت میں چند حدیثیں ہدیہ ناظرین کروں۔ تاکہ حقیقت واضح ہو۔ پہلی حدیث وہ ہے جو علقمہ ابن وائل نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ اَنَّہٗ صَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ وَاَخْفَا بِہَا صَوْتَہ۔ انہوں نے یعنی وائل بن حجر نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ غیر المغضوب علیھم پر پہنچے تو آپ نے آمین فرمایا اور آمین میں آواز کو آہستہ کیا۔ (مسند امام احمد ص 316_ دار قطنی جلد اول ص 334_ معجم طبرانی۔ مستدرک۔ ابو یعلی۔ ابوداؤد طیالسی۔)

دوسری حدیث۔ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْن فَاِنَّ الْمَلَائِکَۃَ تَقُوْلُ آمِین وَاِنَّ الْاِمَام یَقُوْلُ آمِیْن۔ "نسائی شریف ص 147 مسند امام احمد جلد 2 ص 423" حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ولاالضالین کہے تو تم آمین کہو۔ بے شک ملائکہ آمین کہتے ہیں اور بلاشبہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو مسلم شریف میں ہے کہ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْن ان سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امام بالجہر آمین نہیں کہتا کیونکہ اگر امام کیلئے آمین بالجہر کہنے کا حکم ہوتا تو بمقتضائے سیاق یوں کہا جاتا اِذَا قَالَ الْاِمَامُ آمِیْن فَقُوْلُوْا آمِیْن یعنی جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ نیز حضور ﷺ

Marfat.com

نے نمازیوں کو مستقل خبر دی ہے۔ کہ امام بھی آمین کہے گا اگر امام پر آمین بالجہر ہوتی تو حضور ﷺ اس کی مستقل خبر کیوں دیتے؟ حضور ﷺ نے ملائکہ کی آمین کی بھی خبر دی ہے اگر ملائکہ کی آمین نمازی سنتے تو یقیناً آپ ملائکہ کی آمین کی بھی خبر نہ دیتے۔

تیسری حدیث۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاثار میں اپنے اسناد کے ساتھ ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ اَرْبَعٌ یُخْفِیْهِنَّ الْاِمَامُ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَالتَّعَوُّذُ مِنَ الشَّیْطَانِ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَآمِیْن یعنی چار چیزیں ہیں جس کو امام آہستہ کہے۔ 1_ سبحانک اللھم وبحمدک 2_ التعوذ 3_ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم 4_ آمین۔ کتاب الاثار امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ص 31 کتاب الاثار ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صفحہ 21 مصنف عبدالرزق جلد 2 ص 87_

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِیْن ۔

آخر میں نہایت الحاح اور تضرع کے ساتھ تمام مسلمان بھائیوں کے لئے اور خاص کر مخلص دینی اللہ محترم خالد محمود صاحب سلمہ کے لئے دعا کرتا ہوں جنہوں نے محض رضائے الٰہی کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب ھذا کی نشر و اشاعت میں ہر طرح کی کوشش فرمائی۔ اللہ مجدہ ان کی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مزید ان کے دینی اور دنیوی حسنات میں عروج اور ترقی عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

کتبہ محمد عیدان غفرلہ

Marfat.com

تفسیر

سورۃ فاتحہ الکتاب

مؤلف
علامہ محمد صدیق نقشبندی مجددی

Marfat.com